اکتوبر ۱۹۹۱ء

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیر مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

دعوتِ بندگیٔ ربّ

سُورۃ البقرہ کی آیت ۲۱ کی روشنی میں

یکے از مطبوعات
تنظیم اسلامی

امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریکِ خلافت
پاکستان

ڈاکٹر اسرار احمد

اتوار ۱۳ اکتوبر ۱۹۹۱ء بعد نمازِ عشاء

موچی دروازہ میں

جلسہ عام

تحریکِ خلافت

کا منشور اور اُس کا طریقِ کار

کے موضوع پر خطاب فرمائیں گے

زیرِ اہتمام تنظیمِ اسلامی لاہور

۴-اے مزنگ روڈ
فون ۵۸۹۷۰۰

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (القرآن)

ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کے فضل کو اور اس کے اُس میثاق کو یاد رکھو جو اُس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے مانا اور اطاعت کی۔

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیر مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

جلد:	۴۰
شمارہ:	۱۰
ربیع الثانی	۱۴۱۲ھ
اکتوبر	۱۹۹۱ء
فی شمارہ	-/۵
سالانہ زرِتعاون	-/۵۰

سالانہ زرِتعاون برائے بیرونی ممالک

سعودی عرب، کویت، مسقط، بحرین، قطر، متحدہ عرب امارات	۲۵ سعودی ریال
ایران، ترکی، اومان، عراق، بنگلہ دیش، الجزائر، مصر، انڈیا۔	۶۔ امریکی ڈالر
یورپ، افریقہ، سکنڈے نیوین ممالک، جاپان وغیرہ۔	۹۔ امریکی ڈالر
شمالی وجنوبی امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ وغیرہ۔	۱۲۔ امریکی ڈالر

ترسیلِ زر: مکتبہ مرکزی انجمن خدّام القرآن لاہور
یونائیٹڈ بنک لمیٹڈ۔ ماڈل ٹاؤن فیروز پور روڈ۔ لاہور (پاکستان)

ادارۂ تحریر

شیخ جمیل الرحمٰن
حافظ عاکف سعید
حافظ خالد محمود خضر

مکتبہ مرکزی انجمن خدّام القرآن لاہور رجسٹرڈ

مقامِ اشاعت: ۳۶۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور ۵۴۷۰۰۔ فون: ۸۵۶۰۰۳-۸۵۶۰۰۴

یکے از مطبوعاتِ تنظیمِ اسلامی، مرکزی دفتر: ۶۷۔ اے، علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور

پبلشر: لطف الرحمٰن خان، طابع: رشید احمد چودھری، مطبع: مکتبہ جدید پریس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

مشمولات

عرضِ احوال ———— ۳
———— عاکف سعید

تذکرہ و تبصرہ ———— ۷
❊ بھارت اور پاکستان کے مسلمانوں کی مشترکہ غلطی
❊ احیائے خلافت کے لیے عوامی انقلابی تحریک کی ضرورت
امیر تنظیم اسلامی کے دو اہم خطاباتِ جمعہ

مطالباتِ دین ———— ۱۳
❊ دعوتِ بندگیٔ رب
سورۃ البقرہ کی آیت ۲۱ کی روشنی میں
———— ڈاکٹر اسرار احمد

کتابیات ———— ۳۲
❊ اخروی زندگی پر گناہوں کے اثرات
زیرِ طبع کتاب 'کبائر' کے باب اوّل کی فصلِ خامس (۱)
———— ابو عبد الرحمٰن شبیر بن نور

اسلامی فلاحی ریاست کا تصوّر ———— ۴۴
اور اس کے تقاضے — تعلیماتِ نبویؐ کی روشنی میں
———— ڈاکٹر قبلہ ایاز

رفتارِ کار ———— ۶۱
❊ شہر کراچی میں تحریکِ خلافت کا تعارف
❊ حلقہ غربی پنجاب کا علاقائی اجتماع اور فیصل آباد کا جلسہ عام
❊ تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب کی دعوتی و تنظیمی سرگرمیاں

شریعت بل اور جماعتِ اسلامی کا حالیہ کردار ———— ۷۷
سابق امیر جماعت میاں طفیل محمد کی نگاہ میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ احوال

تحریک خلافت پاکستان کے آغاز کا باضابطہ اعلان وسط ستمبر میں ہوا تھا' اور اب ۳؍ اکتوبر کے جلسہ عام سے جو تنظیم اسلامی لاہور کے زیر اہتمام باغ بیرونی موچی دروازہ منعقد ہوگا' ان شاء اللہ العزیز تحریک خلافت کے ضمن میں رابطہ عوام کا باقاعدہ آغاز ہو جائے گا۔ تحریک خلافت سے ہماری کیا مراد ہے' اس ضمن میں ۲۰؍ ستمبر کے "ندا" میں بسم اللہ مجرٖیھا و مرسٰھا کے زیر عنوان شائع شدہ درج ذیل سطور میں واضح اشارہ موجود ہے:

> "امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے ۱۵؍ ستمبر ۹۱ء کو کراچی میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے "تحریک خلافت" کے آغاز کا اعلان کر دیا ہے۔ گویا انہوں نے اللہ کی تائید و توفیق کے بھروسے پر تحریک خلافت کی کشتی دریا میں اتار دی ہے۔ ؎
>
> دریں دریائے بے پایاں' دریں طوفان موج افزا
> دل افگندیم بسم اللہ مجرٖیھا و مرسٰھا
>
> محترم ڈاکٹر صاحب اس سے قبل یہ واضح فرما چکے ہیں کہ قیام خلافت سے ان کی مراد ہرگز یہ نہیں ہے کہ موجودہ جمہوری نظام پر جو ہر اعتبار سے زوال و اضمحلال کی آخری حدوں کو چھو رہا ہے' جمہوریت کی بجائے خلافت کا لیبل چسپاں کر دیا جائے یا موجودالوقت صدر یا وزیراعظم کو "امیرالمومنین" کا لقب عطا کر دیا جائے۔ خلافت کا قیام درحقیقت اسلامی انقلاب کے بعد ہی ممکن ہوگا۔ اور اس کے لئے بھی اسی نوع کی انقلابی جدوجہد درکار ہوگی جو اقامت دین کی جدوجہد کے لئے لازمی خیال کی جاتی ہے۔ گویا تنظیم اسلامی کی دعوت کو بڑے پیمانے پر عوام میں متعارف کرانے اور تنظیم کے قافلے کی رفتار کو تیز تر کرنے کے لئے تحریک خلافت کا عنوان اختیار کیا گیا ہے' جو ہر اعتبار سے نہایت موزوں بھی ہے اور مناسب حال بھی۔"

اس سے قبل ۱۰؍ ستمبر ۹۱ء کو فیصل آباد میں منعقد ہونے والے تنظیم اسلامی کے جلسہ

عام میں امیر تنظیم نظام خلافت کے خدوخال پر وضاحت سے روشنی ڈال چکے ہیں۔ اس جلسے کی رپورٹ زیر نظر شمارے میں شامل ہے۔

☆ ☆ ☆

"پاکستان میں نظام خلافت 'کیا' کیوں اور کیسے؟" کے عنوان سے امیر تنظیم اسلامی کا تحریر کردہ ایک جامع بیان جو انہوں نے پریس کلب کراچی میں صحافیوں کو پیش کیا تھا' "ندا" کے پچھلے شمارے میں شائع کر دیا گیا تھا۔ اس بیان کو جس میں امیر تنظیم نے نظام خلافت کے منشور کو دس نکات کی شکل میں معین انداز میں پیش کیا ہے' اب ایک چار ورقہ پمفلٹ کی شکل میں بڑی تعداد میں طبع کرایا گیا ہے تاکہ نظام خلافت کے صحیح تصور کو عام کرنے اور اس کے حوالے سے اسلام کے نظام عدل اجتماعی کا شعور لوگوں میں اجاگر کرنے کے لئے اسے وسیع پیمانے پر پھیلایا جا سکے۔ اور اسے تنظیم اسلامی کی رابطہ عوام مہم کا ایک موثر ذریعہ بنایا جا سکے۔ قارئین میثاق میں سے جن حضرات نے ابھی تک امیر تنظیم اسلامی کے مذکورہ بیان کا مطالعہ نہ کیا ہو وہ مرکزی دفتر تنظیم اسلامی' ۶۷۔ اے' علامہ اقبال روڈ سے اس کی ایک کاپی مفت طلب کر سکتے ہیں۔ تاہم ضرورت اس امر کی ہے کہ اسے مہم کی شکل میں عام کیا جائے۔ اس مقصد کے پیش نظر خواہش مند حضرات کے لئے اسے لاگت سے بھی کم قیمت پر مہیا کیا گیا ہے۔ ۱۰۰ پمفلٹوں پر مشتمل بنڈل کی قیمت صرف ر۲۰ روپے رکھی گئی ہے جو لاگت سے یقیناً بہت کم ہے۔ یہ بنڈل پاکستان کے تمام بڑے شہروں میں قائم تنظیم اسلامی کے دفاتر سے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

☆ ☆ ☆

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کی سفر بھارت سے مراجعت ۲۸ر ستمبر کو ہو گئی تھی ـــــ امیر تنظیم مجلس اتحاد ملت حیدر آباد دکن کی دعوت پر انڈیا تشریف لے گئے تھے جہاں انہیں "یوم رحمتہ للعالمین" پر سیرت کانفرنس سے خطاب کرنا تھا۔ انہیں بحیثیت مہمان خصوصی مدعو کیا گیا تھا۔ بروقت ویزا نہ ملنے کے باعث امیر تنظیم کو خاصی دقت کا سامنا رہا۔ انہیں ۱۹ر کو دہلی کے لئے روانہ ہونا تھا لیکن پھر بدقت تمام ۲۰ر ستمبر کو بعد نماز جمعہ روانگی ممکن ہوئی۔ اس دورے کی ایک مختصر رپورٹ "ندا" کے تازہ شمارہ میں جس پر ۱۵ر اکتوبر کی تاریخ درج ہے' شائع کی جا چکی ہے۔

☆ ☆ ☆

"دعوت بندگی رب" کے عنوان سے امیر تنظیم اسلامی کا ایک خطاب اس شمارے میں ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے۔ یہ خطاب جسے آج سے کم و بیش چودہ سال قبل محترم جمیل الرحمٰن صاحب نے ذاتی دلچسپی اور محنت سے تیار کرکے کراچی سے شائع کیا تھا۔ اور پھر ایک عرصے تک یہ امیر تنظیم اسلامی کے بنیادی دعوتی لٹریچر کا جز رہا اور "مطالبات دین" نامی کتابچے میں شامل کیا گیا، اب قریباً چھ سات سال سے مذکورہ کتابچے کی اشاعت متروک ہونے کے باعث مکتبے میں دستیاب نہیں تھا۔ تاہم اس کی افادیت کی پیش نظر مختلف حلقوں سے اس کی ضرورت کا احساس شدت کے ساتھ سامنے آ رہا تھا۔ زیر نظر شمارے میں اسے شامل کرنے سے قبل اس پر مکرر محنت کرکے اس کی نوک پلک مزید سنواری گئی ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ پہلے سے بہتر شکل میں یہ قارئین کے سامنے آسکے۔ **السعی منا والاتمام من اللہ**

○ ○ ○

احباب نوٹ فرمالیں

ملتان میں تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام

جلسہ عام

ہفتہ ۱۹ر اکتوبر کو بعد نماز عشاء سپورٹس گراؤنڈ

میں منعقد ہوگا —— (ان شاء اللہ) —— جس میں

امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان

ڈاکٹر اسرار احمد

"پاکستان میں نظام خلافت کا قیام"

کے موضوع پر خطاب فرمائیں گے

دن بھر کی مصروفیت کے بعد رات بھر مکمل آرام کے لیے

سنکارا

دن بھر کی مصروفیات کے بعد انسان کو مکمل آرام اور بھرپور نیند کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ
جسم وجان کو سکون ملے، اعصابی اور ذہنی تکان ختم ہو اور اگلے دن کی جد وجہد کے لیے توانائی حاصل ہو سکے۔

سنکارا کا مستقل استعمال توانائی کے توازن کو فطری طور پر برقرار رکھتا ہے۔
اس کے مجرب و منتخب اجزا سے دماغ کی خشکی اور بے خوابی کی شکایت بھی دُور ہوتی ہے اور پُرسکون نیند بھی آتی ہے۔

سنکارا مجرب جڑی بوٹیوں اور منتخب معدنی اجزا سے تیار کیا جاتا ہے۔
یہ ایک نہایت موثر نباتی و معدنی مرکّب ہے جو تیزی سے توانائی بحال کرتا ہے اور صحت برقرار رکھتا ہے۔

ہر موسم میں ہر عمر کے لیے یکساں مفید سنکارا جو زندگی کو ایک ولولۂ تازہ عطا کرتا ہے
نباتی و معدنی مرکّب

Adarts-CIN-3/91

”بھارت اور پاکستان کے مسلمانوں کی مشترکہ غلطی“

امیر تنظیم اسلامی کا سفرِ بھارت کے تاثرات پر مبنی خطاب جمعہ کا پریس ریلیز

لاہور : ۴ر اکتوبر۔ بھارت میں اگرچہ علیحدگی پسند تحریکیں زور و شور سے سر اٹھا رہی ہیں، کشمیر اور آسام کے مسلمان اور تامل ناڈو اور پنجاب کے باشندے آزادی کے لئے سرگرم عمل ہیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمارے اعتبار سے تشویشناک بات یہ ہے کہ پچھلے ایک عشرے کے دوران ہندومت کا احیاء بھی بڑی شدت و قوت سے ہوا ہے، جس کا سب سے بڑا مظہر ہندومت کی علمبردار بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی) کی ابھرتی ہوئی قوت ہے، جو اس وقت ہندوستان میں کانگرس کے بعد دوسری بڑی سیاسی قوت بن چکی ہے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے مسجد دارالسلام میں جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہی۔ وہ ہندوستان کے سفر سے واپسی کے بعد اپنے دورے کے تاثرات بیان کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ۱۹۸۰ء میں جب میں تقسیم ہند کے بعد پہلی بار ہندوستان گیا تھا تو اس وقت میرے تاثرات یہ تھے اور مجھے یہ بات بڑی اطمینان بخش محسوس ہوئی تھی کہ بھارت میں ہندومت کا احیاء نہیں ہوا۔ لیکن اس کے بعد حالات میں بڑی تیزی سے تبدیلی آئی ہے اور اس کا ایک اہم سبب یہ ہے کہ ۸۰ء کی دہائی میں جب ایک بار تمام مسلمان ووٹ اندرا گاندھی کے خلاف استعمال ہوا اور اس کے باعث اندرا کو الیکشن میں شکست ہوئی تو اس نے سیکولر مزاج کی حامل ہونے کے باوجود ہندو ووٹ کو اپنے حق میں متحد کرنے کے لئے ہندو دیوی کا روپ دھارا اور اس طرح ہندومت کے احیاء کی راہ ہموار ہوئی۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ ہندومت کی تقویت کا ایک اہم سبب ہم مسلمانانِ پاکستان بھی ہیں۔ ہم نے پاکستان میں اسلام کا نعرہ اس زور و شور سے لگایا اور بالخصوص پچھلے گیارہ سالہ مارشل لاء کے دوران میں اسلام کا نام حکومتی سطح پر بھی اس بڑے پیمانے پر لیا گیا کہ ہندوؤں کے بھی کان کھڑے ہوئے اور ردِ عمل کے طور پر نہ صرف یہ کہ انتہا پسند ہندو فرقہ پرستوں کی صفوں میں اتحاد پیدا ہوا بلکہ ان کی عددی اور عسکری قوت میں بے پناہ اضافہ بھی ہوا۔ یہ الگ بات ہے کہ پاکستان میں اسلام کو محض اپنے سیاسی و حکومتی مقاصد کے لئے نعرہ کے طور پر

استعمال کیا جاتا رہا ہے' تنفیذِ شریعت اور قیامِ نظامِ اسلام کی جانب کوئی حقیقی پیش رفت آج تک نہیں ہوئی۔ لیکن ہمارے طرزِ عمل کے منفی ردِ عمل کے طور پر ہندو میں بیداری کی لہرپیدا ہوچکی ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ مسلمانانِ ہند کی سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ تقسیم ہند کے بعد انہوں نے دو قومی نظریے سے انحراف کرتے ہوئے سیکولر ازم کو بطور ایک نظریۂ حیات کے اختیار کرلیا۔ قیامِ پاکستان کے فوراً بعد پاکستان میں بھی جو حکومتی ڈھانچہ وجود میں آیا وہ سیکولر ازم کے اصول پر تھا۔ اسی طرح ہندوستان کے مسلمانوں نے بھی سیکولر ازم کو اپنے لئے ایک ڈھال سمجھتے ہوئے ایک مصلحت کے طور پر اسے ذہنی طور پر قبول کرلیا' حالانکہ دو قومی نظریے کی بنیاد پر قیامِ پاکستان کی تحریک چلانے میں ان کا بھی اتنا ہی حصہ تھا جتنا کہ مسلمانانِ پاکستان کا۔ بلکہ بھارت کے اقلیتی صوبوں کے مسلمانوں نے قیامِ پاکستان کے لئے زیادہ قربانیاں دی تھیں۔ ڈاکٹر صاحب نے دو قومی نظریے کو صحیح اور مبنی بر حقیقت قرار دیتے ہوئے کہا کہ ہر باشعور مسلمان یہ جانتا ہے کہ سیکولر ازم دراصل دین کی ضد ہے۔ سیکولر ازم کا مطلب ہے لادینیت۔ یہ خود اپنی جگہ ایک دین یعنی ایک مکمل نظام ہے۔ جس طرح ایک نیام میں دو تلواریں نہیں سما سکتیں اسی طرح سیکولر ازم اپنے ساتھ کسی اور "دین" کو گوارا نہیں کرتا۔ جبکہ اسلام ایک دین ہے' بلکہ قرآن حکیم کی رو سے دین تو اللہ کے نزدیک صرف "اسلام" ہے۔ مسلمانانِ پاکستان نے اسلام کے نام پر پاکستان کی صورت میں ایک آزاد ملک حاصل کیا' لیکن آج نصف صدی ہونے کو آئی ہے کہ ہم سیکولر ازم کو گلے سے لگائے ہوئے ہیں اور دینِ اسلام کو یہاں قائم و نافذ کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہم نے نفاذِ شریعت ایکٹ بھی منظور کیا تو یہ شرط لگا دی کہ ہم شریعت کو سپریم قانون تسلیم کریں گے' بشرطیکہ ہمارے موجودہ نظام پر جو سیکولر ازم پر مبنی ہے' کوئی آنچ نہ آئے۔ یہ بات دین کے ساتھ کھلی بغاوت سے کم نہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے واضح کیا کہ دینِ اسلام کو غیر مشروط طور پر نافذ و قائم کئے بغیر اور نظامِ خلافت کو قائم کئے بغیر' جس کی جھلک خلافتِ راشدہ کی صورت میں نوعِ انسانی نے دیکھی تھی' پاکستان کی کشتی بحرانوں کے بھنور سے نہیں نکل سکتی۔

مسلمانانِ بھارت کی دگرگوں حالت کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ ان کے موجودہ روز افزوں مسائل کا اصل سبب بھی دو قومی نظریے سے انحراف ہے۔ انہوں نے ابتداء میں سیکولر ازم کو اپنے لئے ڈھال سمجھتے ہوئے ذہناً تسلیم کرلیا تھا' حالانکہ دو قومی نظریے کا منطقی تقاضا یہ تھا کہ وہ ہندوستان میں اپنے علیحدہ تشخص پر اصرار کرتے اور وطنی قومیت کے

اصول پر مبنی سیکولر ازم کو مسترد کر کے ایک مسلم اقلیت کے طور پر اپنے لئے اقلیتی حقوق کا مطالبہ کرتے اور اپنے قومی تشخص کے دفاع کے لئے بنیانِ مرصوص بن جاتے۔ ہندو قوم کے ساتھ بھارت میں برابر کے شہری ہونے کے ناطے ان کے لئے قومی سیاست میں عمل دخل کا موقع اگرچہ انہیں حاصل ہے' لیکن تجربے نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ قومی انتخابی سیاست میں شریک ہو کر آج تک انہیں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا' بلکہ انہیں اس کی بدولت مسلسل نقصانات اٹھانے پڑے ہیں۔ اور یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ مسلمانوں کا قومی تشخص آج بھارت میں شدید خطرات سے دوچار ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے واضح کیا کہ ہندوستان اور پاکستان دونوں ممالک کے مسلمانوں کے مسائل کا اصل حل اس میں ہے کہ وہ اسلام کو "دین" تصور کرتے ہوئے اپنا طرزِ عمل اس کے مطابق استوار کریں۔ بالخصوص پاکستان کے مسلمان کے لئے تو اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہے کہ وہ اجتماعی توبہ کا راستہ اختیار کرتے ہوئے ملکی قانون اور موجودہ نظام پر دین کی غیر مشروط بالادستی کو قائم و نافذ کریں۔ ویسے بھی باقی تمام نظاموں کا تجربہ ہم اپنے ملک میں کر چکے ہیں اور یہ بات ہر اعتبار سے پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ ہمارے دکھوں کا مداوا سوائے اسلام کے کسی دوسرے نظام میں نہیں!○○

خطاب جمعہ کی اخباری رپورٹنگ کی وضاحت

لاہور : ۵ر اکتوبر۔ امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ۴ر اکتوبر کے خطاب جمعہ کی رپورٹنگ اکثر اخبارات میں شائع ہوئی ہے۔ لیکن ایک انگریزی اخبار (The Nation) میں یہ بات غلط طور پر ڈاکٹر صاحب سے منسوب کی گئی ہے کہ انہوں نے تحریکِ خلافت کے نام سے کوئی "سیاسی جماعت" بنانے کا اعلان کیا ہے۔ یہ بات قطعاً" خلافِ واقعہ ہے۔ اسی طرح ایک اردو اخبار (نوائے وقت) نے یہ تاثر دیا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے "تحریکِ خلافت" کے عنوان سے کوئی نئی جماعت تشکیل دی ہے۔ جبکہ حقیقتِ واقعہ یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنے خطاب میں کسی نئی جماعت کے بنانے کا اعلان نہیں کیا' بلکہ پہلے سے موجود جماعت یعنی تنظیم اسلامی ہی کے تحت خلافت کی تحریک اٹھانے کا اعلان کیا ہے اور عوام کو اس میں شرکت کی دعوت دی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ بات وضاحت سے کہی ہے کہ پاکستان میں نظامِ خلافت کا قیام صرف انقلابی جدوجہد کے نتیجے ہی میں ممکن ہے' انتخابی سیاست کی راہ سے یہ منزل ہرگز سر نہیں کی جا سکتی!○○

احیائے خلافت کے لیے عوامی انقلابی تحریک کی ضرورت

امیر تنظیمِ اسلامی کے ۲۰ ستمبر کے خطابِ جمعہ کا پریس ریلیز

لاہور : ۲۰ ستمبر ۹۱ء ۔ موجودہ متزلزل اور بیمار جمہوری نظام کا عنوان تبدیل کرنے اور اس پر جمہوریت کی بجائے خلافت کا لیبل لگانے سے نظام خلافت قائم نہیں ہو سکتا' بلکہ اس کے لئے ہمیں رائج الوقت نظام کو مکمل طور پر بدلنا ہو گا اور یہ تبدیلی ہمہ گیر انقلابی جدوجہد ہی کے ذریعے لائی جا سکتی ہے۔ امیر تنظیمِ اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے یہ بات باغِ جناح' مسجد دارالسلام میں نمازِ جمعہ سے قبل اپنے خطاب میں کہی۔ انہوں نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ طویل عرصہ گزرنے کے بعد بھی ابھی تک پاکستان میں انگریز کی وراثت رائج الوقت نظام کی صورت میں جوں کی توں برقرار ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ بدقسمتی سے ہمارے ہاں کوئی ایسی قیادت ابھر کر سامنے نہیں آ سکی جسے بھرپور عوامی حمایت بھی حاصل ہو اور وہ موجود الوقت نظام کو تبدیل کرنے کا حوصلہ بھی رکھتی ہو۔ اس کے برعکس ہمارے ہاں ہر آنے والی حکومت کو اپنے اقتدار کے تحفظ کی فکر لاحق ہو جاتی ہے۔ سربراہِ حکومت کی ساری توجہ اپنی بھیڑیں سنبھالنے اور اپنی کرسی کی حفاظت کرنے پر صَرف ہو جاتی ہے اور ملک و ملّت کی تعمیر کے لئے مثبت اور ٹھوس قدم اٹھانے کی نوبت ہی نہیں آتی۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا یہی سبب ہے کہ ہم ابھی تک قومی امنگوں کے مطابق اپنا سیاسی و سماجی اور معاشی ڈھانچہ تعمیر نہیں کر سکے اور انگریز کے دیئے ہوئے نظام ہی کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں' جو ملک کو درپیش مسائل کا اصل سبب اور موجودہ ظلم و استحصال اور لوٹ کھسوٹ کی اصل بنیاد ہے۔

امیر تنظیم اسلامی نے انگریز کی وراثت کے اہم خدوخال بیان کرتے ہوئے کہا کہ وطنی قومیت کا تصور جو سیکولر ازم کی کوکھ سے جنم لیتا ہے درحقیقت انگریز کی وراثت ہے جسے ہم نے اختیار کر رکھا ہے' حالانکہ پاکستان کے قیام کی تحریک اسی وطنی قومیت کے تصور کی نفی اور دو قومی نظریے کی بنیاد پر چلائی گئی تھی۔ اسی طرح پارلیمانی جمہوری نظام حکومت اور صوبوں کی موجودہ تقسیم دونوں انگریز کے عطاکردہ ہیں جو اس نے اپنی مصلحت اور سہولت کے لئے وضع کئے تھے' مگر ہم نے انہیں مستقل اور دائمی ہی نہیں انتہائی مقدس سمجھ رکھا ہے' جس میں کسی تبدیلی یا ترمیم کے بارے میں سوچنا بھی ہم شاید جرم عظیم سے کم نہیں سمجھتے۔ حالانکہ ان کی وجہ سے جو پیچیدگیاں اور خرابیاں جنم لے رہی ہیں وہ سب کے سامنے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ بینکاری کا موجودہ نظام بھی جو سُود پر مبنی ہے اور جس کی نجاست ہمارے پورے نظام کی جڑوں میں سرایت کر چکی ہے درحقیقت انگریز کی وراثت ہے۔ پوری قوم اپنے طرزِ عمل سے گویا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ برسرِ جنگ ہے اور جوئے، لاٹری اور سٹے کی شکل میں بہت سی لعنتیں مختلف خوشنما عنوانوں سے روز افزوں ترقی پذیر ہیں۔

موجودہ جاگیرداری اور زمینداری نظام کے بارے میں انہوں نے کہا کہ ہمارا موجودہ زرعی نظام دراصل ظلم و استحصال کی مکروہ ترین شکل ہے، جسے درحقیقت انگریز ہی نے وضع کیا تھا۔ اسی طرح عورتوں اور مردوں کی مخلوط معاشرت اور بے پردگی جو اب بے حیائی اور عریانی کی شکل اختیار کرتی جا رہی ہے، انگریزی تہذیب ہی کی نشانیاں ہیں جو ہماری معاشرتی اور تہذیبی اقدار کو تباہ و برباد کر رہی ہیں اور اس میدان میں ہم روز بروز دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کر رہے ہیں۔

ملک کو درپیش حالات و واقعات کے اس تناظر میں امیر تنظیم اسلامی و داعیٔ تحریکِ خلافت پاکستان ڈاکٹر اسرار احمد نے زور دے کر کہا کہ اب وقت آگیا ہے کہ ملک و ملت اور دین و مذہب سے دلچسپی رکھنے والے لوگ اس حقیقی اسلامی نظام کو برپا کرنے کے لئے، جس کے لئے دینی اصطلاح "خلافت" کی ہے، ایک زبردست عوامی تحریک انقلابی خطوط پر منظم کریں، تاکہ خلافت کا وہ نظام پھر سے قائم ہو جس کی جھلک دنیا نے خلافتِ راشدہ کی شکل میں دیکھی تھی۔ یہی خلافت کا نظام ہمارے تمام تر مسائل کا واحد حل ہے۔

داعیٔ تحریکِ خلافت نے اس موقع پر نظامِ خلافت کے نمایاں خدوخال "نظامِ خلافت کے دس نکاتی منشور" کی صورت میں پیش کئے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کی حاکمیتِ مطلقہ کا جو اقرار "قراردادِ مقاصد" میں موجود ہے، اس کے عملی نفاذ کے لئے قرآن و سنت کی غیر مشروط اور بلا استثناء بالادستی، جو نظام اور قانون دونوں پر حاوی ہو، نظامِ خلافت کا اصل الاصول ہے۔ خلیفہ کے انتخاب کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا اسے براہِ راست ووٹ کے ذریعے پورے ملک کے مسلمان منتخب کریں گے اور وہ پارلیمنٹ، مجلسِ ملی، یا مجلس شوریٰ کی اکثریت کا محتاج نہیں ہوگا، بلکہ دنیا میں رائج معروف صدارتی نظام کے مانند ایک متعین مدت کے لئے اسے وسیع انتظامی اختیارات حاصل ہوں گے۔ نئے بندوبستِ اراضی کی ضرورت و اہمیت پر زور دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ جو علاقے مسلمانوں نے کسی بھی وقت بزورِ شمشیر فتح کئے ہوں ان کی اراضی "عُشری" یعنی انفرادی ملکیت نہیں ہوتیں، بلکہ "خراجی" یعنی اجتماعی ملکیت بن جاتی ہیں، جن سے اسلامی حکومت کو براہِ راست خراج ملے گا اور جاگیرداری اور غیر حاضر زمینداری کا

مکمل خاتمہ ہو جائے گا' اور خراج کی شکل میں اس قدر آمدنی ہوگی کہ بہت سے ٹیکسوں سے نجات حاصل ہو جائے گی۔ انہوں نے تجویز پیش کی کہ صوبے چھوٹے چھوٹے بنائے جائیں اور انہیں زیادہ سے زیادہ انتظامی حقوق و اختیارات دیئے جائیں۔ اس مقصد کے لئے موجودہ کمشنریوں کو بھی صوبوں کا درجہ دیا جا سکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دوسرے جغرافیائی' لسانی اور ثقافتی عوامل کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے صوبے اس طرح تشکیل دیئے جائیں کہ کسی بھی صوبے کی آبادی ایک کروڑ سے زائد نہ ہو۔ ○○

لیڈی ڈیانا کا والہانہ استقبال — غلامانہ ذہنیت کا مظہر

دفتر تنظیمِ اسلامی کی جانب سے اخبارات کو جاری کردہ بیان

لاہور : ۲۶ر ستمبر ۹۱ء۔ تنظیم اسلامی پاکستان کے قائم مقام امیر جناب قمر سعید قریشی نے لیڈی ڈیانا کے دورہ پاکستان کے موقع پر حکومتی رویے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ تاجِ برطانیہ کے وارث شاہی خاندان کی رکن لیڈی ڈیانا کا ایک مہمان کی حیثیت سے احترام کرنا یقیناً ہمارا اخلاقی فریضہ ہے' لیکن قومی بلکہ حکومتی سطح پر جس والہانہ انداز سے مہمان خاتون کی پذیرائی کی گئی ہے' وہ باعثِ حیرت ہی نہیں افسوسناک بھی ہے۔ لیڈی ڈیانا کی اسلام آباد اور لاہور آمد کے موقع پر جس "شان" سے ان کا استقبال ہوا اور ان کے اعزاز میں جو رنگا رنگ تقاریب منعقد کی گئیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ حکمران طبقہ نے جس غیر معمولی انداز میں موصوفہ کے لئے اپنے دیدہ و دل فرش راہ کئے رکھے' یہ سب باتیں ہماری غلامانہ ذہنیت کی بھرپور عکاسی کرتی ہیں۔ انہوں نے کہا ستم ظریفی یہ ہے کہ صدرِ مملکت ہوں یا وزیر اعظم' پنجاب کے وزیر اعلیٰ ہوں یا گورنر' شاہی مسجد کے شاہی امام ہوں یا پریس کے مالکان اور صحافی' اس معاملے میں سب کے سب محمود و ایاز کی طرح ایک ہی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا یوں محسوس ہوتا ہے کہ خاص منصوبہ بندی کے ساتھ پورے ملک میں لیڈی ڈیانا کی آمد پر ایک ہیجانی فضا تیار کرنے کی مذموم کوشش کی گئی ہے اور اس طرح اپنی غلامانہ ذہنیت کا بھونڈا اظہار کیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ لاہور کے ایک روزنامے نے تو یہ سرخی جمانا بھی اپنا فرض سمجھا کہ "جنت کی حوریں بھی تجھ پہ فدا"۔ استغفراللہ! ایسا طرزِ فکر و عمل کسی زندہ اور آزاد قوم کو' جو مسلمان ہونے کی دعویدار بھی ہو' کسی طرح زیب نہیں دیتا۔ لیڈی ڈیانا کا استقبال اور مہمان داری دونوں قومی روایات کے منافی طرزِ عمل پر مبنی تھے۔ چنانچہ تنظیم اسلامی پاکستان حکمرانوں' بیوروکریسی اور ذرائع ابلاغ کے سربرآوردہ افراد کے رویے کی پرزور مذمت کرتی ہے اور اس رویے کو مسلمانانِ پاکستان کی ذلت اور توہین کے مترادف سمجھتی ہے۔ ○

دعوتِ بندگیٔ ربّ

سورۃ البقرہ کی آیت ۲۱ کی روشنی میں

ڈاکٹر اسرار احمد کا ایک فکر انگیز خطاب

○

نحمدہٗ ونصلّی علی رسولہ الکریم ○ امّا بعد فاعوذ باللّٰہ مِنَ الشّیطٰن الرّجیم ○ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحیم ○ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اعۡبُدُوۡا رَبَّکُمُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ وَالَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ ○

(البقرہ : ۲۱)

آیت کا محل و مقام

اس آیۂ مبارکہ پر غور و تدبّر سے پہلے ضروری ہے کہ اس مقام کو سمجھ لیا جائے جس میں یہ وارد ہوئی ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ قرآن مجید میں سب سے پہلی سورت' سورۃ الفاتحہ ہے اور اس کا مقام بلاشبہ تقریباً وہی ہے جو کسی کتاب میں دیباچے یا مقدّمے کا ہوتا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ دعا تلقین فرمائی ہے کہ:

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ○

"پروردگار! ہمیں سیدھی راہ پر چلا۔"

صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ ○

"اپنے ان بندوں کی راہ پر جن پر تیرا انعام ہوا۔ جن پر نہ تو تیرا غضب نازل ہوا' اور نہ ہی وہ گمراہ ہوئے!"

اس دعا پر سورۃ الفاتحہ کا اختتام ہوتا ہے اور اس کے بعد پورا قرآن مجید گویا کہ اس دعا کا جواب ہے کہ یہ قرآن مجید ہی دراصل وہ صراطِ مستقیم اور سواءُ السّبیل ہے جس کی ایک بندۂ مومن کو احتیاج ہے۔ یہی ان لوگوں کی راہ ہے جن پر اللہ کا انعام و اکرام ہوا۔ جو نہ گمراہ ہوئے اور نہ ان پر اللہ کا غضب نازل ہوا۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی دعا کا مفصل جواب پورے قرآن حکیم میں بالعموم اور پہلی چار طویل مدنی سورتوں (البقرہ' آلِ عمران' النساء' المائدہ) میں بالخصوص پھیلا ہوا ہے۔

سورۃ الفاتحہ کے بعد سورۃ البقرہ شروع ہوتی ہے۔ اس سورۂ مبارکہ کے پہلے دو رکوعوں میں تین قسم کے انسانوں کی تفصیل بیان فرمائی گئی ہے۔ ایک وہ جو قرآن مجید سے ہدایت حاصل کریں گے۔ ان کے ذکر میں وہ شرائط بیان کر دی گئی ہیں جو قرآن مجید سے صحیح استفادے کے لئے ضروری اور لازمی ہیں۔ دوسرے وہ جو کفر پر ضد کے ساتھ اڑ چکے ہیں اور ان کے لئے قرآن حکیم سے رہنمائی حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس لئے کہ اب ان میں طلبِ ہدایت ہی سرے سے باقی نہیں رہی ہے۔ ان کے بارے میں فرمایا گیا: "خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ" کہ اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کی قوتِ سماعت پر مہر کر دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ پھر دوسرے رکوع میں انسانوں کی تیسری قسم کا قدرے تفصیل سے تذکرہ کیا گیا ہے' جو ان پہلی دو قسموں کے بین بین ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو زبان سے تو اقرار کرتے ہیں مگر دل سے نہیں مانتے۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۞ یعنی وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان لائے' جبکہ فی الواقع وہ مومن نہیں ہیں۔ دوسرا رکوع پورے کا پورا انہی لوگوں سے متعلق تفصیلات' ان کی کیفیات اور ان کے اوصاف پر مشتمل ہے۔

قرآن کی اصل دعوت

اس کے بعد تیسرے رکوع میں قرآن مجید بنی نوعِ انسان کے سامنے اپنی اصل دعوت پیش کرتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۞

"اے لوگو! عبادت کرو اپنے اس پروردگار کی جس نے تم کو پیدا کیا ہے اور ان کو جو تم سے پہلے تھے، تاکہ تم بچ سکو"۔

یہ گویا کہ قرآن مجید کی دعوت کا خلاصہ ہے جو اس ایک آیت میں ایک جملے کی صورت میں بیان کر دیا گیا ہے۔ گویا اگر یہ سمجھنے کی کوشش کی جائے کہ قرآن مجید کی اصل دعوت کیا ہے، اس کا پیغام کیا ہے، اور وہ انسانوں کو کس بات کی طرف بلاتا ہے تو اس کے لئے یہ ایک جملہ ہی کفایت کرے گا، بشرطیکہ اسے اچھی طرح سمجھ لیا جائے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اس آیت مبارکہ کے ایک ایک حرف اور ایک ایک لفظ کو وضاحت سے بیان کیا جائے۔

اس آیت مبارکہ کا آغاز "یٰاَیُّھَا النَّاسُ" کے الفاظ سے ہوتا ہے اور "یٰاَیُّھَا" کلمہ ندا ہے، جو پکارنے کے لئے اور دعوت دینے کے لئے استعمال ہوا ہے۔ یعنی اے لوگو! اے بنی نوع انسان! اس اندازِ دعوت و تخاطب سے ایک بات تو یہ واضح ہوتی ہے کہ قرآن مجید ایک دعوت کا حامل ہے، اس کے پاس ایک پیغام ہے، یہ ایک پکار کا امین ہے۔ یہ مجرد "Dogma" اور محض بے بنیاد اور بے دلیل عقائد پر مشتمل کوئی کتاب نہیں ہے کہ اس کی طرف لوگوں کو بلایا نہ جائے اور انہیں دعوتِ عمل نہ دی جائے۔ دوسرے یہ کہ یہ کسی ایک قوم، طبقے، نسل، قبیلے یا رنگ کے انسانوں یا کسی ایک ملک کے رہنے والوں کو نہیں پکارتا بلکہ رنگ و نسل اور قوم و وطن کے امتیاز کے بغیر پوری نوعِ انسانی کو پکارتا ہے۔ اس کی دعوت زمان و مکان سے بالکل آزاد ہے اور تاقیامِ قیامت پورا عالمِ انسان اس کا مخاطب ہے۔

دعوت میں آفاقیت

یہاں اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل جتنے بھی نبی اور رسول آئے ہیں ان کی دعوت پورے عالمِ انسانی کے لئے نہیں تھی، بلکہ اپنی اپنی قوم کے لئے تھی۔ لہٰذا ان میں سے ہر ایک نے اپنی اپنی قوم کو خطاب کر کے پکارا اور اسے دعوت پیش کی۔ قرآن مجید میں حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ اور دوسرے انبیاء و رسل (علیہم السلام) کا نام بنام ذکر کر کے ان کی دعوت کے الفاظ نقل کئے گئے ہیں، جن میں کلمہ خطاب "یٰقَوْمِ" ہے، یعنی "اے میری قوم کے لوگو!" حتیٰ کہ حضرت

مسیح علیہ السلام نے بھی' جن کی نبوت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متصلاً قبل تھی' اپنی دعوت صرف بنی اسرائیل کے سامنے پیش کی۔ اس بات کی شہادت محرف شدہ اناجیل میں بھی مذکور ہے اور قرآن حکیم میں بھی آپؑ کے بارے میں "وَرَسُولًا اِلٰی بَنِیٓ اِسْرَآئِیْلَ" کے صریح الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ انجیل میں آپؑ کے یہ الفاظ ملتے ہیں: "میں اسرائیل کے گھرانے کی گمشدہ بھیڑوں کی تلاش میں آیا ہوں"۔ گویا آپؑ کی دعوت کے اصل مخاطب بنی اسرائیل تھے' پوری نوعِ انسانی نہیں تھی۔ بعد میں قلبِ ماہیت ہوئی اور عیسائیت نے ایک تبلیغی مذہب کی حیثیت اختیار کر لی' ورنہ حضرت مسیح علیہ السلام کی دعوت اصلاً" صرف بنی اسرائیل ہی کے لئے تھی۔ لیکن نبی آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے لئے یہاں "یٰقَوْمِ" کے بجائے "یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ یعنی اے لوگو! اے بنی نوع انسان!! یہ دعوت علی الاطلاق پوری نوعِ انسانی کے لئے ہے۔

مذاہب کی دنیا سے علیحدہ ہٹ کر بھی سوچا جائے تو اس وقت دنیا میں مختلف نظریات کی حامل بے شمار دعوتیں موجود ہیں' لیکن ان میں سے کوئی ایک دعوت بھی ایسی نہیں ہے جس میں پوری نوعِ انسانی کو علی الاطلاق اور بحیثیت ایک اکائی بلایا اور پکارا جاتا ہو۔ موجودہ صدی میں زیادہ سے زیادہ بڑی دعوت جو قومی و جغرافیائی سطح سے کچھ بلند ہوئی' وہ اشتراکیت کی دعوت ہے' لیکن اس میں بھی پکار یہ ہے کہ "دنیا بھر کے مزدورو اور کسانو' متحد ہو جاؤ!" یعنی یہ دعوت دنیا بھر کے انسانوں کے لئے نہیں ہے' بلکہ صرف کسانوں اور محنت کشوں پر مشتمل ایک مخصوص طبقے کے لئے ہے۔ اور اس طرح سوسائٹی کو طبقات میں تقسیم کر کے ایک خاص طبقہ کی حمایت کا اعلان کیا جاتا ہے اور دوسرے طبقوں کو نہ صرف ہدفِ ملامت بنایا جاتا ہے' بلکہ قابلِ نفرت گردانا جاتا ہے۔ دنیا میں وہ واحد دعوت جو پوری نوعِ انسانی کو بغیر کسی طبقاتی فرق و تفاوت کے مخاطب کرتی ہے اسلام اور قرآن کی دعوت ہے۔ یہی ایک ایسی دعوت ہے جس کا خطاب ہر انسان سے ہے۔ امیر اور غریب یکساں طور پر اس کے مخاطب ہیں۔ وہ خواہ کسی ملک کے رہنے والے ہوں' کوئی سی زبان بولتے ہوں' کسی بھی تہذیب و تمدن اور ثقافت کے حامل ہوں اور کسی دور سے بھی تعلق رکھتے ہوں' ان سب کے لئے قرآن مجید میں پیغام ہے: "یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ!" یعنی

اس کا مخاطب کوئی خاص طبقہ ' گروہ ' قوم یا نسل نہیں ہے ' بلکہ پوری انسانی برادری اس کی مخاطب ہے۔ لہٰذا صرف قرآن مجید کی دعوت ہی عالمگیر اور آفاقی حیثیت کی حامل دعوت ہے!

قرآن کی اصل دعوت... "عبادتِ ربّ"

اب اگلی بات سمجھنے کی یہ ہے کہ یہ دعوت اصل میں ہے کیا؟ قرآن مجید کا پیغام کیا ہے اور یہ کس طرف پکارتا اور کس کام کے لئے بلاتا ہے۔ اس بات کو یہاں ایک لفظ "اُعْبُدُوْا" میں بیان فرما دیا گیا۔ یعنی عبادت کرو! بندگی اختیار کرو! غلامی اور اطاعت اختیار کرو!

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ○

"اے لوگو! عبادت کرو اپنے اس ربّ کی جس نے تمہیں بھی پیدا کیا اور ان لوگوں کو بھی جو تم سے پہلے تھے ۔۔۔ تاکہ تم بچ سکو!"

معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی دعوت کو اگر ایک لفظ میں بیان کیا جائے تو وہ ہے "عبادتِ ربّ" یا "بندگئ ربّ"۔ گویا قرآن مجید کی پوری دعوت کا خلاصہ یہی ہے کہ: "اللہ کی بندگی اختیار کرو!" سورۂ ہود کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے:

الٓرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ○ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ○

"یہ وہ کتاب ہے جس کی آیات محکم کی گئی ہیں (خوب جانچ لی گئی ہیں) پھر ان ہی کی تفصیل و شرح کی گئی ہے ایک حکمت والی اور خبردار ہستی کی طرف سے۔ (یہ کتاب جو پیغام لے کر آئی ہے وہ یہ ہے کہ) اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ یقیناً میں تمہارے لئے اس ہستی کی طرف سے نذیر اور بشیر بن کر آیا ہوں"۔

یعنی اگر اس دعوت سے اعراض کرو گے ' اس کی خلاف ورزی کرو گے ' اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت اور بندگی اختیار کرو گے اور عبادت اور بندگی میں اس کے ساتھ کسی اور کو

شریک کرلوگے تو میں تمہیں اللہ کے عذاب سے خبردار کرنے آیا ہوں' اس کی پکڑ سے اور اس کے جزا و سزا کے نظام سے ڈرانے آیا ہوں۔ اور اگر اسی کی عبادت کو اختیار کرو گے' اس کی اطاعت و فرمانبرداری کو اپنے اوپر لازم کرلوگے اور اس کی غلامی کو اپنا شعار و وطیرہ بنا لوگے تو میں تم کو خوش خبری سنانے آیا ہوں کہ تم اس کے انعام و اکرام سے سرفراز ہوگے اور جنت تمہارا ہمیشہ کے لئے مستقر بن جائے گی۔

تمام انبیاءؑ و رسلؑ کی مشترک دعوت

اس مقام پر اصولی بات یہ سمجھ لینے کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے بھی انبیاء و رسل (علیہم الصلوٰۃ والسلام) مبعوث فرمائے وہ یہی "عبادتِ ربّ" کی دعوت لے کر آئے تھے۔ یہ بات دو اور دو چار کی طرح بالکل بدیہی ہے کہ تمام انبیاءؑ و رسلؑ اسی دعوتِ بندگیٔ ربّ کے داعی تھے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے جب انسان کی تخلیق کی غرض و غایت ہی اپنی بندگی اور عبادت مقرر فرمائی ہے' جیسا کہ قرآن مجید میں واضح طور پر فرمایا کہ: **وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ**○ ("میں نے جنوں اور انسانوں کی تخلیق ہی اس لئے کی ہے کہ وہ میری عبادت کریں")۔ لہٰذا یہ لازم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے فرستادہ' اس کے پیغامبر' اس کے نمائندے' اس کے نبی اور رسول' نوعِ انسانی کو اپنی تخلیق کی غرض و غایت کو پورا کرنے کی دعوت دیں۔ انہیں بتائیں کہ اگر انہوں نے اپنی تخلیق کا مقصد پورا نہ کیا' اس کا حق ادا نہ کیا' اپنے خالق اور ربّ کی بندگی اختیار نہ کی' اور اس کو مُطاعِ مطلق تسلیم کرکے اپنی پوری زندگی اس کی اطاعت میں نہ دے دی تو وہ دنیا میں بھی خائب و خاسر اور ناکام رہیں گے' اس کے غضب کے مستوجب قرار پائیں گے اور آخرت میں بھی ان کے حصے میں خسران و نامرادی کے سوا کچھ نہ آئے گا اور وہ ہمیشہ ہمیش کے لئے آگ کے عذاب کے حوالے کردیئے جائیں گے۔

سورۃ الاعراف' سورۂ ہود' سورۂ یونس' سورۃ الانبیاء' سورۃ الشعراء اور متعدد مکّی سورتوں میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے انبیاءؑ و رسلؑ کا نام بنام ذکر فرمایا ہے اور صراحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ وہ "عبادتِ ربّ" کی دعوت لے کر اپنی اپنی قوموں کی طرف

مبعوث کئے گئے تھے۔ سورۃ الاعراف اور سورۂ ہود میں تو ہر رسول کی دعوت کی ابتداء کے لئے یہی کلمات نقل کئے گئے ہیں: "یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰہٍ غَیۡرُہٗ" کہ اے برادرانِ قوم! اللہ کی بندگی کرو' کیونکہ اس کے سوا تمہارا کوئی اِلٰہ اور کوئی معبود نہیں ہے! دیگر مقامات پر انبیاءؑ و رسلؑ کی دعوت کے جو بنیادی نکات بیان ہوئے ہیں وہ یہ ہیں: اُعۡبُدُوا اللّٰہَ وَاتَّقُوۡہُ (العنکبوت) "اللہ کی عبادت کرو اور اس کا تقویٰ اختیار کرو!"--- اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَاتَّقُوۡہُ وَاَطِیۡعُوۡنِ ○ (نوح) "کہ اللہ کی بندگی کرو' اس کا تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت کرو!" چنانچہ اللہ کی بندگی اختیار کرنے اور نبی کی اطاعت کا قلادہ گردن میں ڈالنے کی دعوت ہی ہر نبی کی مرکزی دعوت رہی ہے۔

"عبادت"۔ قرآن حکیم کی ایک بنیادی اصطلاح

مندرجہ بالا بحث سے معلوم ہوا کہ "عبادتِ ربّ" قرآن مجید کی بڑی ہی بنیادی اور مرکزی اصطلاح ہے اور پورے قرآن حکیم کی دعوت کا خلاصہ اسی ایک لفظ "عبادت" میں پنہاں ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کی دعوت کا فہم اسی لفظ "عبادت" کے صحیح فہم پر منحصر ہے اور اسی سے تمام انبیاءؑ و رسلؑ کی اس متفقہ دعوت کو صحیح طور پر سمجھا جا سکتا ہے جس کی طرف وہ اپنے اپنے ادوار میں اپنی قوموں کو بلاتے رہے اور جسے پورے عالمِ انسانی کے لئے خاتم النبیین والمرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر مبعوث ہوئے۔ عبادتِ ربّ کی اہمیت کو سمجھنے اور اس کے مفہوم کی وضاحت کے لئے قرآن حکیم کے متعدد مقامات سے مدد لی جا سکتی ہے۔ مثال کے طور پر سورۃ البینہ کی آیت ۵ کا مطالعہ فرمائیے:

وَمَآ اُمِرُوۡٓا اِلَّا لِیَعۡبُدُوا اللّٰہَ مُخۡلِصِیۡنَ لَہُ الدِّیۡنَ حُنَفَآءَ وَیُقِیۡمُوا
الصَّلٰوۃَ وَیُؤۡتُوا الزَّکٰوۃَ وَذٰلِکَ دِیۡنُ الۡقَیِّمَۃِ○

"اور ان کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ کی بندگی کریں' اپنی اطاعت کو صرف اس کے لئے خالص کر کے' بالکل یکسو ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ اور یہی (طرزِ عمل) نہایت صحیح و درست دین (نظامِ زندگی) ہے"۔

اس آیۂ مبارکہ کے مطالب و مفاہیم کے ضمن میں میں چاہتا ہوں کہ آپ دو باتیں نوٹ فرمالیں۔ پہلی بات تو اس سورۂ مبارکہ کا نام ہے جس میں یہ آیت وارد ہوئی۔ اور دوسری بات وہ سلسلہ کلام ہے' جس میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اس سورۂ مبارکہ کا نام "البینہ" ہے' جس کے معنی ہیں "روشن اور واضح دلیل"۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس سورۂ مبارکہ کے مضامین روزِ روشن کی طرح عیاں اور سورج کی طرح تابناک ہیں۔ جس طرح "آفتاب آمد دلیلِ آفتاب" کے مصداق سورج کے وجود کے لئے کسی خارجی دلیل کی حاجت نہیں' اسی طرح اس سورۃ کے مضامین خود اپنے مطالب و مفاہیم ادا کرنے کے لئے کافی و شافی ہیں۔ پچھلی آیات سے اس آیۂ مبارکہ کا ربط و تعلق یہ ہے کہ اہلِ کتاب اور مشرکین اپنے کفر و ضلالت میں اتنے آگے نکل گئے تھے کہ اب ان کا خود اپنے محرف صحیفوں سے اور خود اپنی عقل سے راہِ ہدایت پا لینا ممکن نہ تھا۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک رسولؐ ان کے پاس دلیلِ روشن اور پاکیزہ صحیفے کے ساتھ بھیجا جائے' جو ان کے سامنے پچھلی تمام کُتبِ صادقہ کی اصل دعوت کو از سرِ نو پیش کرے' انہیں آیاتِ الٰہی کی تلاوت کر کے سنائے اور کفر و شرک کی ہر صورت کو غلط اور خلافِ حق ہونا ان کو سمجھائے۔ سورۂ مبارکہ کی ابتدائی آیات میں اس اسلوب بیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی غایت بیان فرمائی گئی۔ پھر اس بات کو کھولا گیا کہ ان اہلِ کتاب کی تفرقہ بازی اس لئے نہیں تھی کہ ان تک صحیح علم نہیں پہنچا تھا' بلکہ دلیلِ روشن آ جانے کے بعد ان کا یہ تفرقہ' ان کا حق سے اعراض اور ان کی بداعمالیاں محض ہوائے نفس کی پیروی کا نتیجہ ہیں۔ وہ خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ اللہ کا ہر نبی اور رسول عبادتِ رب کی دعوت لے کر آیا تھا اور آیا کرتا ہے۔ اور انہیں اس کے سوا اور کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں' یکسو ہو کر اپنی اطاعت کو خالص اللہ تعالیٰ کے لئے وقف کر دیں' نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ اور یہی دراصل دینِ قیم ہے!

غور طلب بات یہ ہے کہ اس آیۂ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کا علیحدہ حکم ہے اور اقامتِ صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ کا علیحدہ۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان فرض عبادات سے علیحدہ ایک "عبادت" انسان سے مطلوب ہے۔ اس عبادت کو "لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ حُنَفَآءَ" کے الفاظ میں واضح کر دیا گیا ہے کہ یہ عبادت اس

رویّہ اور طرزِ عمل کا نام ہے کہ انسان یکسو ہو کر اپنی پوری زندگی کو مخلصانہ طور پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں دے دے۔ اس کی انفرادی و اجتماعی زندگی کا ہر گوشہ اور ہر زاویہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے تابع ہو۔ نظامِ اخلاق' نظامِ معیشت' نظامِ معاشرت' نظامِ سیاست' نظامِ عدل' نظامِ صلح و جنگ اور نظامِ حکومت' غرضیکہ پورا نظامِ زندگی اس ضابطہ اور اس ہدایت کے تحت استوار ہو جو اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء و رسل علیہم السلام کے توسّط سے بنی نوعِ انسان کی فلاحِ دنیوی اور نجاتِ اخروی کے لئے عطا فرماتا ہے۔ البتہ جہاں تک اقامتِ صلوٰۃ' ایتائے زکوٰۃ اور دوسری فرض عبادات کا اس عبادتِ رب سے تعلّق کا معاملہ ہے وہ ان شاء اللہ میں بعد میں بیان کروں گا۔

"عبادت" کا لغوی مفہوم

لغوی اعتبار سے لفظ "عبادت" کسی کے سامنے مطیع و منقاد ہو جانے کے لئے آتا ہے۔ اس کا مفہوم کسی کے سامنے جھک جانا' پست ہو جانا اور بالکل بچھ جانا ہے۔ اسی لئے عربی میں "**اَلطَّرِيْقُ الْمُعَبَّدُ**" اس راستے کو کہتے ہیں جو مسلسل چلتے رہنے کی وجہ سے خوب پامال ہو کر بالکل ہموار ہو گیا ہو اور اس میں کوئی اونچائی نیچائی نہ رہی ہو۔ اسی طرح اگر کسی جانور کو خوب سدھا لیا جائے اور اس کی تربیت اس طور سے ہو جائے کہ وہ اپنے مالک کا ہر حکم ماننے لگے' محض اشارے یا لگام کی ذرا سی حرکت سے وہ سمجھ لے کہ میرا مالک کیا چاہتا ہے' مجھے کدھر مڑنا چاہئے' مجھے اپنی رفتار تیز کرنی چاہئے یا ہلکی رکھنی چاہئے تو اس کے لئے بھی عربی میں یہی لفظ "مُعَبَّد" مستعمل ہے۔ چنانچہ "**اَلْبَعِيْرُ الْمُعَبَّدُ**" اس اونٹ کو کہتے ہیں جسے خوب سدھا لیا گیا ہو اور جو پورے طور پر اپنے مالک کا مطیع ہو کر اس کے اشاروں پر حرکت کرنے لگا ہو۔ ابوحیان اندلسی نے "عبادت" کے ان تمام مفاہیم کا استقصاء کرنے کے بعد لکھا ہے کہ: "**اَلْعِبَادَةُ التَّذَلُّلُ۔ قَالَهُ الْجُمْهُوْرُ**"۔ یعنی اس پر تقریباً اجماع ہے کہ عبادت کا اصل مفہوم "تذلّل" یعنی کسی کے سامنے پست ہو جانا' کسی کے سامنے جھک جانا' یا کسی کے سامنے بچھ جانا ہے۔ ہماری اردو زبان کے لحاظ سے "بچھ جانا" اصل مفہوم سے قریب ترین ہوگا۔ چنانچہ کسی کا مطیع فرمان ہو جانا اور خود کو اس کے سامنے بچھا دینا اصل میں عبادت ہے۔

بعض اوقات کسی کی اطاعت مجبوری کے تحت اور اپنی مرضی کے خلاف بھی ہو سکتی ہے۔ ایسی اطاعت پر بھی اس لفظ عبادت کا اطلاق ہوگا۔ چنانچہ قرآن مجید نے مصر میں بنی اسرائیل کی محکومی اور اطاعت کی جو کیفیت بیان کی ہے کہ فرعون اور قبطیوں نے ان کو اپنا غلام بنا رکھا تھا' وہ ان پر حکمران ہوگئے تھے اور ان کو اپنا مملوک سمجھنے لگے تھے' اس مفہوم کی تعبیر کے لئے یہی لفظ "عبادت" استعمال کیا ہے۔ سورۃ الشعراء میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ قول نقل ہوا ہے جو انہوں نے فرعون سے مخاطب ہو کر کہا تھا: "اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ" کہ تو نے بنی اسرائیل کو اپنا غلام اور محکوم بنا لیا ہے' اپنا مطیع کر لیا ہے' تو خود کو ان کا مالک سمجھ بیٹھا ہے! اور پھر یہی لفظ ایک موقع پر خود فرعون نے بھی استعمال کیا۔ جب حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون (علیہما السلام) نے فرعون کے دربار میں پہنچ کر اس کو بندگیٔ رب کی دعوت دی تو اس نے بڑے طنز اور استحقار کے انداز میں کہا تھا کہ یہ لوگ ہمیں دعوت دینے' تبلیغ کرنے اور نصیحت کرنے چلے آئے ہیں' درآنحالیکہ: "وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ" اور یہ اس قوم سے تعلق رکھتے ہیں جو ہماری محکوم قوم ہے' جو ہماری مطیع اور غلام ہے' جس پر ہمیں کُلّی اختیار حاصل ہے۔ لہٰذا لغوی اعتبار سے عبادت کا لفظ مجرّد اطاعت کے لئے بھی آتا ہے' چاہے اس میں اطاعت کرنے والے کی اپنی مرضی اور خواہش کا دخل نہ ہو۔

"عبادت" کا اصطلاحی مفہوم

یہی لفظ "عبادت" جب اپنی لغوی اصل سے اٹھ کر ہمارے دین کی ایک اصطلاح بنتا ہے تو "اطاعت" کے ساتھ ساتھ اس میں ایک دوسرا جزو لازماً شامل ہو جاتا ہے اور وہ ہے "محبت اور شوق کا جذبہ"۔ لہٰذا عبادت کا حقیقی مفہوم یہ ہوگا کہ شوق اور محبت کے جذبے کے ساتھ کسی کے سامنے اپنے آپ کو بچھا دینا۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہؒ نے اس لفظ کی تعریف اس طرح سے کی ہے:

"لَفْظُ الْعُبُوْدِيَّةِ يَتَضَمَّنُ كَمَالَ الذُّلِّ وَكَمَالَ الْحُبِّ"

یعنی اس لفظ عبودیت میں دو چیزیں لازمی طور پر شامل ہیں۔ ایک طرف تو "کمالِ ذُلّ" ہو ـــــ انسان نے اپنے آپ کو پورے طور پر اللہ کے سامنے بچھا دیا ہو' گرا دیا ہو' پست

کر دیا ہو' اور وہ خود اپنی مرضی سے اللہ کی مرضی کے حق میں دست بردار ہوگیا ہو--- اور دوسری طرف اس کا جزوِ لازم "کمالِ حُبّ" ہے' کہ اللہ کے سامنے یہ جھکنا اور یہ اطاعت و تسلیم کمالِ محبت و شوق اور دل کی پوری آمادگی اور رغبت کے ساتھ ہو۔ اگر کوئی مجبور ہو کر اطاعت کر رہا ہو تو یہ اصل میں روحِ عبادت سے خالی ہوگی۔ امام ابن قیمؒ نے اسے ان الفاظ میں مزید واضح کیا ہے:

"اَلعِبَادَۃُ تَجۡمَعُ اَصۡلَیۡنِ: غَایَۃَ الۡحُبِّ مَعَ غَایَۃِ الذُّلِّ وَالۡخُضُوۡعِ"

یعنی عبادت میں دو چیزیں لازماً شامل ہوں گی' اور وہ یہ کہ ایک طرف انتہائی درجے کی محبت' شوق' رغبت اور دل کی آمادگی ہو' اور دوسری طرف اس کے ساتھ ساتھ غایت درجے کا تذلّل اور خضوع بھی موجود ہو۔ چنانچہ ان کے نزدیک کمالِ محبت و شوق اور رغبت کے ساتھ اللہ کے آگے خود کو بچھا دینا اور پست کر دینا ہی اصل روحِ عبادت ہے۔

عبادت کا یہ اصطلاحی مفہوم سمجھ لینے کے بعد اب قرآن مجید کی دعوتِ عبادت پر دوبارہ توجہ مرتکز کیجئے۔ "یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعۡبُدُوۡا رَبَّکُمُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ" کا مفہوم یہ ہوگا کہ اے انسانو' اے بنی نوعِ آدم! جھک جاؤ' پست ہو جاؤ' اپنے آپ کو بچھا دو--- کمالِ محبت اور کمالِ شوق و رغبت کے ساتھ--- اس ہستی کے سامنے جو تمہارا ربّ ہے۔ اور وہی تمہارا خالق اور پیدا کرنے والا بھی ہے۔ یعنی تمہارا پالنے والا وہی ہے جو تمہارا موجد ہے۔ جس نے تم کو وجود بخشا ہے'وہی اس وجود کی تمام ضروریات فراہم کرنے والا اور اس کی کفالت کرنے والا ہے۔

"عبادت" کا محدود تصوّر

عبادت کے اس حقیقی مفہوم کو ذہن میں رکھ کر سوچئے کہ ہمارے ہاں اس لفظِ عبادت کا حلیہ کس طرح بگڑا ہے۔ ہمارے ہاں دینی تصورات جس طرح محدود اور بعض حلقوں میں جس قدر مسخ ہوئے ہیں' اس کا سب سے زیادہ نمایاں مظہر یہ ہے کہ ہم نے "عبادت" کو صرف چند اعمال اور مراسمِ عبودیت کے ساتھ مخصوص کر لیا ہے اور بس ان ہی کی ادائیگی پر عبادت کو منحصر سمجھ لیا ہے' جبکہ بقیہ زندگی اس سے بالکل خالی ہے۔ ہمارے عوام الناس کے ذہنوں میں عبادت کا یہ تصوّر صدیوں کے انحطاط کے بعد راسخ

ہوگیا ہے کہ بس نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ ہی عبادت کے زمرے میں آتے ہیں۔ بلاشبہ یہ سب عبادات ہیں' لیکن جب عبادت کو انہی میں منحصر کرلیا جائے گا اور یہ سمجھ لیا جائے گا کہ بس ان کو ادا کرنے سے عبادت کا حق ادا ہوگیا تو تصور دین محدود (Limited) ہی نہیں' مسخ (Perverted) ہوجائے گا۔ اور یہ تصور اس وقت تک صحیح اور درست نہیں ہوگا جب تک یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ عبادت پوری زندگی میں خدا کے سامنے بچھ جانے کا نام ہے۔ عبادت اس طرزِ عمل کا نام ہے کہ کمالِ محبت و شوق اور دل کی پوری آمادگی کے ساتھ زندگی کے ہر معاملے اور ہر گوشے کو اللہ کے حکم کا مطیع بنا دینا اور اپنی آزادی' اپنی خود مختاری' اپنی مرضی' اپنی چاہت' اور اپنی پسند اور ناپسند کو اللہ کی مرضی اور رضا کا تابع بنا دینا' زندگی کے تمام افعال و اعمال میں "سرِ تسلیم خم ہے......" کا رویّہ اختیار کرنا اور پوری زندگی کا اس رُخ پر ڈھل جانا ہی عبادت ہے۔ عبادت نماز' روزہ' حج و زکوٰۃ میں محدود و منحصر نہیں ہے' بلکہ جیسا کہ میں بعد میں عرض کروں گا' یہ وہ اعمال ہیں جو پوری زندگی کو خدا کی بندگی اور غلامی میں دینے کے لئے انسان کو تیار کرتے ہیں اور حقیقی عبادت کی ادائیگی میں اس کے ممد و معاون بنتے ہیں۔ ان کے ذریعے انسان میں وہ قوتیں اور صلاحیتیں پیدا ہوتی ہیں کہ وہ اپنی پوری زندگی میں اس روش کو اختیار کرسکے جس کا نام "عبادت" ہے۔

ایک وسیع تر لیکن ناقص تصورِ عبادت

خوش قسمتی سے اس دور میں عبادت کا ایک وسیع تر تصور پیدا ہوا ہے اور بہت سے اہلِ قلم حضرات کی کاوشوں اور کوششوں کے نتیجے میں اب یہ بات پڑھے لکھے طبقے کی اچھی خاصی تعداد کے سامنے واضح ہوچکی ہے کہ عبادت پوری زندگی میں کامل اطاعت کا نام ہے' اور پوری زندگی میں خدا کے حکم کو ماننا اور زندگی کے تمام گوشوں میں قانونِ خداوندی کی اطاعت کرنا عبادت کا تقاضا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے اس طبقہ کے تصورِ عبادت کے اندر بھی ایک محدودیت موجود ہے اور وہ یہ کہ ان کے ہاں عبادت کے ایک جزو یعنی کامل اطاعت پر تو پورا زور (Emphasis) موجود ہے' لیکن اس کی روحِ حقیقی یعنی کمالِ شوق' اللہ تعالیٰ کے ساتھ ذاتی محبت کا تعلق' کمالِ رغبت اور دل کی پوری

آمادگی جیسی ارفع و اعلیٰ منازل نگاہوں سے اوجھل ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ عبادت کی اس روحِ حقیقی کے بغیر محض اطاعت کو اگر پوری زندگی پر بھی پھیلا دیا گیا ہو تو بھی عبادت کا حق ادا نہیں ہوگا۔ اس کے لئے کامل اطاعت کے ساتھ ساتھ اللہ کے ساتھ انس' دلی لگاؤ اور شوق و رغبت بھی لازمی ہے۔ علامہ اقبال مرحوم نے اپنے اس شعر میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے ؎

شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام — میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب!*

عبادت کی روحِ حقیقی : محبتِ الٰہی

عبادت کی روحِ حقیقی محبتِ خداوندی کو قرآن حکیم میں بہت زیادہ اہمیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور اسے ایمان کا لازمی تقاضا قرار دیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ

"اور جو لوگ ایمان لائے' وہ سب سے زیادہ محبت اللہ سے کرتے ہیں"

اس آیت کے پہلے حصے میں فرمایا:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ

"اور لوگوں میں بہت سے تو ایسے ہیں جنہوں نے اللہ کے سوا اوروں کو اس کا مدِمقابل بنا لیا ہے۔ اور وہ ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے کرنی چاہئے"۔

"يُحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ" میں کاف (ک) حرفِ تشبیہ ہے۔ اسے ذہن میں رکھ کر اگر ہم اپنی اصل کیفیت پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ وہ تو اس سے بھی بدتر ہے' کیونکہ ہم نے خدا کو چھوڑ کر دوسری ہستیوں اور نظریات و خیالات کو خدا جیسا ہی نہیں بلکہ خدا سے بھی زیادہ محبوب بنا لیا ہے' ہم نے خدا کی محبت کو مؤخر کر دیا ہے اور دنیا کی محبت عملی

---

* عبادت کے اس مفہوم کو ماہر القادری مرحوم نے ان الفاظ میں شعر کا جامہ پہنایا ہے ؎

جو سجدے میں دل بھی جھکے گا نہ ماہر
وہ کچھ اور شے ہے' عبادت نہ ہوگی!

(مرتب)

طور پر ہمارے لئے مقدم ہو گئی ہے۔ ہم نے علائقِ دنیوی کی محبت کو اللہ کی محبت پر غالب کر دیا ہے۔ ہماری کیفیت تو وہ ہے جو سورۃ التوبہ کی ایک آیت ۲۴ میں بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنا فیصلہ سنا دینے کی وعید سنائی ہے۔ آیہ مبارکہ کے الفاظ ہیں:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ
وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا
وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ
سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ
الْفٰسِقِيْنَ ○

"(اے نبیؐ! ان سے صاف صاف) کہہ دیجئے کہ اگر تمہیں اپنے ماں باپ' اپنے بیٹے' اپنے بھائی' اپنی بیویاں' اپنے رشتہ دار' اپنے وہ مال جو تم نے (بڑی محنتوں سے) جمع کئے ہیں' اپنے وہ کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خدشہ ہے' اور اپنے وہ مکان جو تمہیں بہت پسند ہیں' اللہ' اس کے رسولؐ اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو پھر منتظر رہو' یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ سنا دے۔ اور اللہ ایسے فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا"۔

تو اس آیۂ مبارکہ میں فی الواقع ہمارا نقشہ اور ہماری تصویر موجود ہے۔ سورۃ الانبیاء میں قرآن حکیم کے بارے میں فرمایا گیا: "فِيْهِ ذِكْرُكُمْ" کہ اس قرآن میں تمہارا ذکر موجود ہے۔ چنانچہ ہر شخص قرآن کے اس ابدی و دائمی آئینہ میں اپنی سیرت کے خدوخال کو نمایاں طور پر دیکھ سکتا ہے۔ "فِيْهِ ذِكْرُكُمْ" کے الفاظ میں یہ حقیقت مضمر ہے کہ ہماری تمام صلاحیتوں اور ہماری ساری دوڑ دھوپ کی نقشہ کشی اس کتابِ مبین میں کر دی گئی ہے۔ تو اصلاً ہمارا حال یہ ہے جو اس آیۂ مبارکہ میں بیان کیا گیا۔ حالانکہ اہلِ ایمان کا حال تو وہ ہونا چاہئے جو سورۃ البقرہ کی اس آیت میں بیان ہوا جس کا حوالہ میں نے ابھی دیا ہے کہ: "وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ" یعنی جو لوگ واقعتہً ایمان سے بہرہ ور ہیں' جنہیں ایمان سے حصہ مل گیا ہے' جنہیں ایمان کی حلاوت حاصل ہو گئی ہے' ان کا حال یہ ہے کہ وہ اللہ کی محبت میں انتہائی شدید اور سخت ہیں۔ ان کی زندگی میں اللہ کی محبت ہر چیز کی محبت پر غالب آ گئی ہے۔ تمام علائقِ دنیوی کی محبت نیچے ہے اور اللہ کی

محبت اس پر غالب ہے۔ تو اللہ کی محبت ایمان کے لوازم میں سے ہے۔ بلکہ صرف اللہ ہی کی نہیں' اللہ کے رسولؐ کی محبت بھی جب تک تمام علائقِ دنیوی پر غالب نہ ہو جائے تب تک ایمان صحیح نہیں ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ

"تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اپنے والدین سے' اپنی اولاد سے اور تمام انسانوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں"۔

یہ حدیث متفق علیہ ہے اور حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں محبتِ خداوندی اور محبتِ رسولؐ کا مقام و مرتبہ اور "عبادتِ ربّ" کا حقیقی مفہوم آپ پر اچھی طرح واضح ہو گیا ہو گا۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ "عبادتِ ربّ" کے حقیقی تصوّر کو عام کیا جائے۔ جن حضرات کے ذہنوں میں یہ تصوّر واضح ہو جائے وہ اسے مزید آگے پھیلائیں اور عوام الناس کو آگاہ کریں کہ عبادت سے محض نماز' روزہ' حج اور زکوۃ مراد لے لینا اور باقی زندگی کو اس سے خارج سمجھنا عبادت کا بڑا ہی غلط تصوّر ہے۔ عبادت تو اصلاً" یہ ہے کہ انفرادی اور اجتماعی سطح پر پوری زندگی اللہ کی اطاعت میں بسر ہو اور زندگی کا کوئی گوشہ اس سے آزاد نہ رہے۔ نہ صرف یہ کہ ہماری گھر کی زندگی اور بازار کی زندگی اللہ کی کامل اطاعت کا نمونہ نظر آئے' بلکہ قومی اور ریاستی سطح کے تمام ادارے اور حکومت کے تمام شعبے جب تک قانونِ خداوندی کے پابند نہ ہو جائیں' اس وقت تک عبادت کا حقیقی تقاضا ادا نہیں ہوتا اور "اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً" ("اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ") کے قرآنی حکم کی تعمیل نہیں ہوتی ـــــ اس کے بعد اس بات کو بھی اچھی طرح سمجھنے اور سمجھانے کی ضرورت ہے کہ مجرد اطاعت نہیں' بلکہ وہ اطاعت مطلوب ہے جو اپنے ساتھ محبت کی چاشنی لئے ہوئے ہو' جس کے اندر دل کی گھلاوٹ شامل ہو' جس میں خدا کے ساتھ ایک ذاتی تعلق اور ذاتی محبت کا رشتہ موجود ہو۔ انسان اگر مجبور ہو کر کسی کا مطیع ہو جائے یا اضطراری طور پر کسی کی محکومی قبول کر لے تو یہ صورت اطاعت تو کہلائے گی لیکن عبادت نہیں کہلائے گی۔ عبادت کا تقاضا اسی وقت پورا ہو گا جب

اطاعت کے ساتھ انتہائی محبت' انتہائی شوق' انتہائی رغبت اور دل کی پوری آمادگی شامل ہوگی۔ اور جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں کہ یہی اصل روحِ دین ہے' اور بد قسمتی سے اسی کی کمی ہے ان مساعی اور کوششوں میں جو ہمارے ملک میں یا چند دوسرے اسلامی ممالک میں دینِ اسلام کے احیاء اور اس کی نشأۃِ ثانیہ (RENAISSANCE) کے لئے ہو رہی ہیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عصرِ حاضر میں ہمارے ہاں افکار و نظریات کی ایک تعمیرِ نو ہو رہی ہے' اور دینی تصورات کسی حد تک دوبارہ اپنی اصل حقیقت کی طرف رجوع کر رہے ہیں۔ ہم جب زوال پذیر ہوئے تو پستی کی انتہا کو پہنچے' یہاں تک کہ ہمارے دینی تصورات بھی مسخ ہوئے ـــــ لیکن رفتہ رفتہ تعمیرِ نو ہو رہی ہے اور بہرحال یہ بات انتہائی قابلِ تعریف اور قابلِ قدر ہے کہ ہمارے تعلیم یافتہ طبقے کی ایک بہت بڑی تعداد پر یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ عبادت کا اصل مفہوم پوری زندگی میں خدا کی اطاعت کا نام ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اصل کام یعنی روحِ دین کی تجدید اور اس کا احیاء ابھی باقی ہے۔ روحِ دین اصل میں نام ہے اللہ کے ساتھ ایک ذاتی تعلق' ذاتی محبت اور ذاتی انس کا۔ جب تک دل میں اللہ کی ذات کا کامل یقین اور اس کے ساتھ قلبی محبت کا تعلق نہیں ہوتا' اور اس یقین اور محبت کے نتیجے میں اللہ کی ذات محبوب ترین نہیں ہو جاتی' اس وقت تک گویا اصل روحِ دین موجود نہیں ہے۔ گویا بس ایک ڈھانچہ ہے جو کھڑا ہو گیا ہے' جس کے اندر ابھی روح نہیں پھونکی گئی۔ اور اطاعت کُلی اسی وقت عبادت قرار پائے گی' جب اس کے اندر ذاتی محبت کا عنصر شامل ہوگا۔

محدود تصورِ عبادت کا افسوسناک نتیجہ

عبادت کا تصور محدود ہونے ہی کا یہ نتیجہ نکلا ہے کہ روحِ دین نگاہوں سے اوجھل ہوگئی' نتیجتہً ساری توجہ ڈھانچے ہی پر مرکوز ہو کر رہ گئی۔ اور اب اس ڈھانچے کی اہمیت اتنی زیادہ ہوگئی ہے کہ ذرا ذرا سے فرق سے مستقل گروہ بندیاں ہوگئیں' مختلف مسلک بن گئے اور مستقل طور پر طے ہوگیا کہ یہ مسجد فلاں مسلک والوں کی ہے اور وہ فلاں مسلک والوں کی ہے۔ اور اختلاف یا فرق کیا ہے؟ مجرد یہ کہ کسی نے ہاتھ سینے پر باندھ

لئے اور کسی نے ذرا نیچے' کسی نے آمین زور سے کہی اور کسی نے آہستہ' کسی نے رفع یدین کیا اور کسی نے نہیں کیا۔ حالانکہ دین میں ان سب کی اجازت موجود ہے' لیکن ہماری حالت یہ ہو گئی ہے کہ ان چیزوں کی بنیاد پر "من دیگرم تو دیگری" کی نوبت آجاتی ہے۔ دین میں جن چیزوں کی حیثیت فروعی اور ثانوی' بلکہ اس سے بھی کمتر ہے' ان کو مقدم ترین سمجھ لیا گیا ہے۔ وجہ کیا ہے؟ یہی کہ اصل روح دین سامنے نہیں ہے۔ یہ تو یاد ہی نہیں کہ نماز کی اصل روح "اِستِحضَارُ اللّٰہِ فِی القَلبِ" یعنی دل میں اللہ کی یاد ہے' اس کی اصل جان خشوع اور خضوع یعنی اجزی کے ساتھ اللہ کے سامنے جھک جانا ہے۔ جیسا کہ سورۃ المومنون کے آغاز میں فرمایا گیا:

قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ○الَّذِيۡنَ هُمۡ فِىۡ صَلَاتِهِمۡ خٰشِعُوۡنَ○

"بلاشبہ فلاح پا گئے وہ ایمان والے جو اپنی نمازوں میں خشوع کرنے والے ہیں"۔

تو جب تک یہ خشوع موجود نہ ہو اس وقت تک نماز کا حق ادا نہیں ہوتا۔ ع "عشق نہ ہو تو شرع و دیں بت کدۂ تصورات" کے مصداق اگر خدا کی محبتِ ذاتی قلب میں موجود نہ ہو تو سارے قوانین اور ضابطے محض ایک بے روح ڈھانچے کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

عبادت کی ضد : استکبار

اب تک کی گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ عبادت اصل میں اللہ کے حضور تذلّل' عاجزی' جھک جانے' پست ہو جانے اور بچھ جانے کا نام ہے۔ اور اس کا کم سے کم تقاضا یہ ہے کہ یہ زندگی کے کسی ایک گوشے میں محدود نہ ہو' بلکہ پوری زندگی پر محیط ہو۔ اس بات کو مزید اچھی طرح سمجھنے کے لئے سورۃ المومن کی اس آیتِ مبارکہ پر توجہ فرمایئے' جس میں "عبادت" کے متضاد کے طور پر لفظ "استکبار" وارد ہوا ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادۡعُوۡنِىۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَـكُمۡ‌ؕ اِنَّ الَّذِيۡنَ يَسۡتَكۡبِرُوۡنَ عَنۡ عِبَادَتِىۡ سَيَدۡخُلُوۡنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيۡنَ○

"اور تمہارے پروردگار نے فرما دیا ہے کہ مجھ کو پکارو' میں تمہاری درخواست قبول کروں گا۔ اور جو لوگ میری عبادت سے سرتابی اور سرکشی کرتے ہیں' وہ

عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے"۔

معلوم ہوا کہ عبادت کا تقابل اور اس کی ضد (Antonym) استکبار، گھمنڈ، سرتابی، سرکشی، خود رائی اور اپنی مرضی پر چلنا ہے۔ اور عربی مقولہ "تُعرَفُ الاشیاءُ باضدادھا" کے مصداق عبادت کی حقیقت ان الفاظ کے ذریعے سمجھی جاسکتی ہے جو اس کی ضد کے طور پر استعمال ہوئے ہیں۔ یعنی عبادت کی ضد یہ طرزِ عمل ہے کہ خدا کی مرضی کے مقابلے میں اپنی مرضی اور خدا کے حکم کے مقابلے میں اپنے نفس کے حکم کو ترجیح دی جائے۔ اس طرزِ عمل کو قرآن حکیم میں اپنی خواہشاتِ نفس کو اپنا معبود بنا لینے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ سورۃ الفرقان میں الفاظ وارد ہوئے ہیں:

أَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ

"کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا معبود بنا لیا ہے؟"

ایسا شخص گویا خدا کے بجائے اپنے نفس کی عبادت کر رہا ہے۔ خدا کے حکم کو نظرانداز کرتے ہوئے اپنی خواہشِ نفس کی پیروی یا زمانے کے چلن اور معاشرے کے رسم و رواج کی تقلید کرنا درحقیقت عبادت کی ضد ہے۔

عبادت کی شرطِ لازم : اخلاص

عبادت کے ضمن میں قرآن حکیم میں یہ مضمون بھی صراحت کے ساتھ آیا ہے کہ عبادت خالصۃً اللہ کے لئے ہونی چاہئے۔ چنانچہ سورۃ الزمر میں فرمایا:

إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّينَ ۝
أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ

"(اے نبیؐ!) ہم نے حق کے ساتھ اس کتاب کو آپ کی طرف نازل کیا ہے۔ پس آپ اللہ کی بندگی کیجئے، پوری اطاعت اسی کے لئے خالص کرتے ہوئے! یاد رکھو کہ خالص اطاعت بس اللہ ہی کے لئے ہے"۔

پھر اسی سورہ میں آگے چل کر فرمایا:

قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّينَ ۝

"(اے نبیؐ!) کہہ دیجئے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی اس طرح عبادت کروں کہ ساری اطاعت صرف اسی کے لئے خالص ہو جائے"۔

اور جیسا کہ میں پوری تفصیل سے عرض کر چکا ہوں کہ دین کی رو سے اس اطاعت و فرمانبرداری میں شوق و محبت' جی کی رغبت اور دل کی پوری آمادگی شرطِ لازم ہے۔ تذلّل اور محبت دونوں مل کر عبادت کا تقاضا پورا کرتی ہیں۔ خدا کی اطاعت اس طرز کی اطاعت نہیں ہے کہ جیسے کسی جابر اور قاہر کی اطاعت طوعاً" و کرہاً" کی جاتی ہے' بلکہ یہ اطاعت انتہائی مشفق اور ودود ہستی کی اطاعت ہے۔ یہ الرحمٰن اور الرحیم کی اطاعت ہے' الرؤف اور الکریم کی اطاعت ہے' جو ہم سے بڑھ کر ہمارا خیر خواہ ہے۔ ہم اپنے آپ سے وہ محبت نہیں کر سکتے جو محبت وہ ہم سے کرتا ہے۔ ہم اپنے خیر اور شر کو نہیں جانتے اور اس میں تمیز نہیں کر سکتے' لیکن وہ اسے خوب جانتا اور پہچانتا ہے۔ ہم اپنی مصلحتوں سے آگاہ نہیں' لیکن وہ جانتا ہے کہ کس چیز اور کس کام میں ہماری مصلحت ہے۔ اس تصور اور شعور کے ساتھ خدا کے سامنے بچھ جانا اور اپنی پوری زندگی کو بطیبِ خاطر اس کے قانون کی پابندی اور اطاعت میں دے دینا —— یہ ہوگی وہ اطاعت جسے قرآن حکیم "عبادت" سے تعبیر کرتا ہے اور بنی نوع انسان کو جس کی دعوت دیتا ہے۔ اور جو انسان کی تخلیق کی غرض و غایت ہے۔ ○○

(جاری ہے)

امیر تنظیمِ اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کا ایک اہم خطاب

قربِ الٰہی کے ۲ مراتب

کتاب و سُنّت کی روشنی میں

سفید کاغذ' عمدہ کتابت و طباعت، صفحات ۹۶' ہدیہ -/۱۰ روپے

شائع کردہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن ۳۶۔ کے، ماڈل ٹاؤن۔ لاہور

اُخروی زندگی پر گناہوں کے اثرات

زیر طبع کتاب 'کبائر' کے باب اوّل کی فصل خامس (۱)

مؤلف: ابو عبد الرحمٰن شبیر بن نور

دنیا کی بے ثبات اور عارضی زندگی کی طرح اگر گناہوں کے اثرات بھی عارضی اور وقتی ہوتے تو معاملہ بہت آسان تھا، لیکن اصل مشکل یہ ہے کہ گناہوں کے اثرات اور نتائج اُخروی زندگی میں قدم بہ قدم انسان کے ساتھ ہوں گے۔ اور ایک ایک مرحلے پر اُن کے خوفناک نتائج سے واسطہ پیش آئے گا۔ خواہ قبر کا مرحلہ ہو یا حشر کا، میزان پر حاضری ہو یا پُل صراط سے گزرنا، ہر ہر موقع پر گناہوں کا بوجھ انسان کے لیے وبالِ جان بن رہا ہوگا۔ بلکہ ایسا بھی ہوگا کہ جن گناہوں کے اثرات دنیوی زندگی میں کسی شکل میں ظاہر نہ ہوئے تھے وہ بھی یکایک اپنے خوفناک انجام اور بھیانک نتائج کے ساتھ سامنے آ کھڑے ہوں گے، کیونکہ اُس دن قیامت اور حشر کا سارا ہنگامہ تو بپا ہی ہوگا لوگوں کے نامۂ اعمال کی پڑتال کی خاطر ——— چنانچہ اس دن تو ایک ایک عمل خواہ نیک ہو یا بد اللہ تعالیٰ کی نصب کردہ میزانِ عدل میں تُل کر رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ○ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ○[1]

"پھر جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرہ برابر بدی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔"

آیئے ذرا تفصیل سے دیکھیں کہ اُخروی زندگی کی پانچوں منزلوں قبر[1]، حشر[2]، میزان[3]، پُل صراط[4] اور دوزخ[5] یا جنت کا منظر کتاب اللہ اور سنّتِ رسول اللہ میں کس انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ اور ان مقامات پر گناہوں بالخصوص

---

[1] سورت الزلزال، آیت ۷-۸

بڑے گناہوں کا اثر کس شکل میں ظاہر ہوگا۔

قبر:

اس فانی دنیا سے کوچ کرنے کے بعد انسان کی پہلی منزل قبر ہے۔ قبر بذاتِ خود جنت کا باغیچہ یا جہنم کی کھائی ہے۔ جو یہاں پہنچ گیا اس کی دنیا کی طرف واپسی ممکن نہیں، اور اس کے ساتھ ہی اس کی مہلتِ عمل ختم۔ اب اسی قبر میں ہر انسان کو اپنے اعمال نامے کی پہلی پڑتال سے گزرنا ہے۔ ابتدائی تفتیش کے فوراً بعد نیکوکار حضرات کو 'شاہی مہمان' کے اعزاز کے ساتھ ہر نعمت سے نواز دیا جائے گا۔ جس کی تفصیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے:

فَيُنَادِي مُنَادٍ فِي السَّمَاءِ اَنْ صَدَقَ عَبْدِي فَافْرِشُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَالْبِسُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا اِلَى الْجَنَّةِ، قَالَ: فَيَأْتِيهِ مِنْ رَوْحِهَا وَطِيبِهَا وَيُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ مَدَّ بَصَرِهِ[1]

(قبر میں نیک آدمی کا حساب کتاب چیک کرنے کے بعد) ایک منادی کرنے والا آسمان میں اعلان کرتا ہے: "میرے بندے نے سچ کہا، پس اسے جنت سے بستر لا کر بچھا دو، اسے جنت کا لباس پہنا دو، اور اس کے لیے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو" (جنت میں ملنے والا ٹھکانہ اسے دکھا دو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "چنانچہ جنت کی خوشبو اور مہک اس کے پاس آنے لگتی ہے اور اس کی قبر کو حدِ نگاہ تک کشادہ کر دیا جاتا ہے"۔

البتہ جن لوگوں نے زندگی بھر کفر کیا یا ایمان کے دعوے دار ہونے کے باوجود بے شمار گناہوں کا بوجھ لیے قبر میں پہنچے ــــــ اُن کے ساتھ شاہی مہمان کی بجائے سرکاری قیدی اور مجرم کا سا معاملہ ہوگا۔ جس کی

---

[1] المستدرک للحاکم، ج ۱ ص ۳۸۔ مسند امام احمد بن حنبل، ج ۴ ص ۲۹۵۔ سند صحیح ہے۔ المستدرک للحاکم میں "وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا اِلَى الْجَنَّةِ" کی بجائے "فَلَرُوهُ مَنْزِلَهُ مِنَ الْجَنَّةِ" کے الفاظ ہیں۔

تفصیلات قرآن کریم اور ذخیرۂ حدیث میں جابجا مختلف مقامات پر بیان ہوئی ہیں۔ صرف چند ایک آیات اور احادیث مبارکہ ملاحظہ کر لیں۔ کافر، بے دین اور بدکردار لوگ موت کے فوراً بعد بلکہ دورانِ موت جو تمنا کریں گے اللہ تعالیٰ نے اس کا نقشہ ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۝ لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَ مِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ۝[1]

"یہاں تک کہ جب اِن میں سے کسی کو موت آجائے گی تو کہنا شروع کرے گا: "اے میرے رب مجھے اسی دنیا میں واپس بھیج دیجئے جسے میں چھوڑ آیا ہوں۔ امید ہے کہ اب میں نیک عمل کروں گا۔" ہرگز نہیں یہ تو بس ایک بات ہے جو وہ بک رہا ہے۔ اب اِن سب (مرنے والوں) کے پیچھے ایک برزخ حائل ہے، دوسری بار اُٹھائے جانے کے دن تک۔"

یہ لوگ کسی جذبۂ نیکی سے مغلوب ہو کر یہ دعا نہیں کریں گے بلکہ اس دعا کی اصل وجہ موت کے وقت کا خوفناک منظر اور قبر میں شدید عذاب سے سابقہ اور اندوہناک صورتِ حال سے واسطہ ہوگا، جس کی تفصیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول سے معلوم ہوتی ہے جو محولہ بالا آیتِ کریمہ کی تفسیر کے ضمن میں آپؓ سے منقول ہے۔ آپؓ فرماتی ہیں:

"قبر میں پہنچنے والے بدکردار افراد کے لیے عذاب ہی عذاب ہے، جس کی شکل یہ ہے کہ اُن کی قبروں میں کالے سیاہ رنگ کے دو سانپ آجاتے ہیں۔ ایک سانپ اُس کے سر کے پاس آ بیٹھتا ہے اور دوسرا اُس کی ٹانگوں کے پاس۔ وہ دونوں اسے کاٹتے کاٹتے درمیان میں آکر مل جاتے ہیں۔ عذابِ برزخ کی اسی شکل کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ۔ (ان کے پیچھے ایک برزخ حائل ہے دوسری زندگی

---

[1] سورت المومنون، آیت ۹۹ - ۱۰۰

کے دن تک "[1]

عذاب برزخ کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور آلِ فرعون کے سلسلے میں ان الفاظ میں بیان فرمایا:

وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ○ اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ○[2]

"اور فرعون کے ساتھی بدترین عذاب کے پھیر میں آ گئے۔ دوزخ کی آگ ہے جس کے سامنے وہ صبح و شام پیش کیے جاتے ہیں۔ اور جب قیامت کی گھڑی آ جائے گی تو حکم ہوگا کہ آلِ فرعون کو شدید تر عذاب میں داخل کر دو۔"

قبر میں پیش آنے والے ناقابلِ تصوّر حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَوْلَا اَنْ لَا تَدَافَنُوْا لَدَعَوْتُ اللّٰهَ اَنْ یُّسْمِعَكُمْ عَذَابَ الْقَبْرِ[3]

"اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم مُردوں کو دفن ہی نہیں کرو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ تمہیں عذابِ قبر سنوا دے۔"

---

[1] تفسیر ابن کثیر، تفسیر آیت ۹۹ - ۱۰۰ سورت المومنون۔ ج ۲، ص ۵۷۵، باختصار محمد علی الصابونی۔

نوٹ: مذکورہ بالا قول بظاہر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان معلوم ہوتا ہے۔ لیکن درحقیقت یہ حدیث مرفوع ہے کیونکہ ایسی غیبی خبر کوئی صحابی اپنی ذاتی معلومات یا اجتہاد کی بنا پر نہیں دے سکتا، جب تک کہ اُس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنا ہو۔ اور بالخصوص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تو سارا ہی علم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کردہ ہے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی سنی ہو گی جسے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کے بغیر بیان کر دیا ہے۔

[2] سورت غافر / المؤمن آیت ۴۶۔

[3] صحیح مسلم، کتاب صفۃ الجنۃ، باب عرض مقعد المیت من الجنۃ والنار۔

سید الاوّلین والآخرین' امام الانبیاء والمرسلین، شفیع المذنبین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود عذابِ قبر سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے اور خصوصاً ہر نماز کے موقع پر مانگتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰہِ عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. فَقَالَ نَعَمْ عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ، قَالَتْ، فَمَا رَاَیْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم بَعْدُ صَلّٰی صَلٰوۃً اِلاَّ تَعَوَّذَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ [1]

"چنانچہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عذابِ قبر کے بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں عذابِ قبر برحق ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی ہو اور عذابِ قبر سے اللہ کی پناہ نہ مانگی ہو۔"

اور امرِ واقعہ یہ ہے کہ عذابِ قبر حقیقتاً بہت ہی خوفناک چیز ہے، کیونکہ ہر مجرم کو مسلسل اور انتہائی تکلیف دہ عذاب کے علاوہ صبح و شام اس کے جہنّمی ٹھکانے کا بھی دیدار کروایا جاتا ہے، جس کی وجہ سے اُس کے عذاب اور تکلیف میں مسلسل اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا مَاتَ عُرِضَ عَلَیْہِ مَقْعَدُہٗ بِالْغَدَاۃِ وَالْعَشِیِّ اِنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَمِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَاِنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ النَّارِ فَمِنْ اَھْلِ النَّارِ. فَیُقَالُ ھٰذَا مَقْعَدُکَ حَتّٰی یَبْعَثَکَ اللّٰہُ اِلَیْہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ. [2]

"جب کوئی مر جاتا ہے تو صبح و شام اس کا ٹھکانا اس کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ اگر وہ جنّتی ہو تو جنّت والا ٹھکانا اور اگر دوزخی ہو تو دوزخ والا ٹھکانا۔ اور ساتھ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب روزِ قیامت

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب عذاب القبر۔
صحیح مسلم' کتاب المساجد' باب استحباب التعوّذ من عذاب القبر۔

[2] صحیح بخاری' کتاب الجنائز، باب المیّت یعرض علیہ مقعدہ بالغداۃ والعشی۔
صحیح مسلم' کتاب الجنۃ' باب عرض مقعد المیت من الجنۃ او النار علیہ۔

اللہ تعالیٰ تم کو اُٹھائے گا تو تمہیں یہی ٹھکانا ملے گا۔"

جب ایک مجرم قبر میں اپنے ابتدائی حساب کتاب سے فارغ ہوتا ہے تو اس کے بارے میں جو سرکاری حکم نامہ جاری ہوتا ہے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ اَنْ قَدْ كَذَبَ فَاَفْرِشُوْهُ مِنَ النَّارِ وَافْتَحُوْا لَهٗ بَابًا اِلَى النَّارِ فَيَأْتِيْهِ مِنْ حَرِّهَا وَسَمُوْمِهَا وَيَضِيْقُ عَلَيْهِ قَبْرُهٗ حَتّٰى تَخْتَلِفَ فِيْهِ اَضْلَاعُهٗ ... [1]

"ایک منادی کرنے والا آسمان میں اعلان کرتا ہے کہ یہ شخص جھوٹا ہے، اس کے لیے آگ کا بستر لگا دو، آگ کی طرف اس کی قبر کا دروازہ کھول دو۔ چنانچہ اس کے پاس جہنم کی گرمی اور تپش آنے لگتی ہے اور اس کی قبر اُس پر اِس قدر تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں اِدھر کی اُدھر ہو جاتی ہیں۔"

قبر میں گناہوں کی پاداش میں ملنے والی سزا کی مزید تفصیلات اس حدیث میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثُمَّ يُقَيَّضُ لَهٗ اَعْمٰى اَبْكَمُ مَعَهٗ مِرْزَبَةٌ مِنْ حَدِيْدٍ لَوْ ضُرِبَ بِهَا جَبَلٌ لَصَارَ تُرَابًا فَيَضْرِبُهٗ بِهَا ضَرْبَةً يَسْمَعُهَا مَنْ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اِلَّا الثَّقَلَيْنِ فَيَصِيْرُ تُرَابًا ثُمَّ تُعَادُ فِيْهِ الرُّوْحُ [2]

"پھر اس پر ایک اندھا بہرا (سزا دینے والا فرشتہ) مقرر کر دیا جاتا ہے۔ اس کے پاس لوہے کا ایسا گرز ہوتا ہے کہ اگر پہاڑ کو مار دیا جائے تو مٹی ہو جائے۔ وہ فرشتہ اس گرز سے اُس کو ایسی مار مارتا ہے کہ جن و انس کے علاوہ مشرق و مغرب میں موجود ہر مخلوق اسے سنتی ہے۔ گرز پڑنے سے وہ مٹی کا

---

[1] المستدرک للحاکم، ج ۱، ص ۳۸۔ مسند امام احمد، ج ۴، ص ۲۹۵۔ المستدرک میں "وَاَلْبِسُوْهُ مِنَ النَّارِ وَاَرُوْهُ مَنْزِلَهٗ مِنَ النَّارِ" کے الفاظ ہیں۔

[2] سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، باب فی المسألۃ فی القبر۔

ڈھیر ہو جاتا ہے اور اس کے بعد پھر اس میں رُوح پلٹائی جاتی ہے۔"

یہ ہے نتیجہ دین و شریعت سے آزاد ہو کر اور بندۂ نفس بن کر بے مہار زندگی گزارنے کا۔ جو لوگ ہر پابندی سے آزاد رہنا چاہتے ہیں، حلال و حرام کی تمیز اُن کے ہاں بے معنی چیز کا نام ہے۔ آزادروی اور ہر خواہشِ نفس کی تکمیل اُن کا مطمحِ نظر بلکہ مقصدِ حیات ہوتا ہے۔ وہ لوگ اس دنیا میں بھی کبھی سکھ چین کی زندگی نہیں گزار سکتے۔ اس کی زندہ مثال پُورا امریکی اور یورپی معاشرہ ہے، جہاں ہر آزادی اور ہمہ قسم کی آسائشِ نفس میسّر ہونے کے باوجود وہ لوگ معاشرتی، خاندانی اور سماجی طور پر ایک دہکتے ہوئے جہنّم میں بس رہے ہیں —— اور آخرت میں ملنے والی سزا اس پر مستزاد۔

عالمِ آخرت کی پہلی منزل 'قبر' میں ملنے والی پُرہیبت سزا کا ایک ہلکا سا خاکہ سطورِ بالا میں ذکر ہو چکا ہے۔ اس کے بعد فیصلہ کرنا آپ کے ہاتھ میں ہے کہ بندۂ شیطان اور بندۂ نفس بن کر دونوں جہانوں میں سزا بھگتنی ہے —— یا —— بندۂ مومن بن کر دونوں جہانوں میں سُکھ، چین اور سکون کی زندگی بسر کرنی ہے۔

ب: حشر

کائنات کا نظام اُس وقت تک چلتا رہے گا جب تک اللہ تعالیٰ کا حکم اور منشاء ہو، اور آخر وہ گھڑی آ جائے گی جب اللہ تعالیٰ اس نظامِ کائنات کو لپیٹ کر پُوری انسانیت کا حساب کتاب کریں گے۔ ایک زوردار دھماکہ ہوگا جسے قیامت کہتے ہیں۔ ستارے بے نور ہو کر ٹوٹ جائیں گے، پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح ہواؤں میں اُڑیں گے، سمندر اور ساری خشک زمین ہموار ہو جائے گی۔ اس قیامت کی کڑک اور ہیبت ناکی کا نقشہ قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ○
يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ
حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ
اللّٰهِ شَدِيْدٌ○[1]

---

[1] سورت الحج، آیت ۱، ۲

"لوگو! اپنے رب کے غضب سے بچو، حقیقت یہ ہے کہ قیامت کا زلزلہ بڑی (ہولناک) چیز ہے۔ جس روز تم اسے دیکھو گے حال یہ ہوگا کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے سے غافل ہو جائے گی۔ ہر حاملہ کا حمل گر جائے گا اور لوگ تم کو مدہوش نظر آئیں گے حالانکہ وہ نشے میں نہ ہوں گے بلکہ اللہ کا عذاب ہی کچھ ایسا سخت ہوگا۔"

ربّ ذوالجلال کے حکم کے ساتھ ہی لوگ میدانِ حشر کی طرف بڑھنا شروع ہو جائیں گے اور کسی کو دم مارنے کی مجال نہ ہوگی۔ قرآن کریم نے اس عظیم واقعہ کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَىٰ شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝ خُشَّعًا أَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنتَشِرٌ ۝ مُّهْطِعِينَ إِلَى الدَّاعِ يَقُولُ الْكَافِرُونَ هَٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۝[1]

"جس روز پکارنے والا ایک سخت ناگوار چیز کی طرف پکارے گا، لوگ سہمی ہوئی نگاہوں کے ساتھ اپنی قبروں سے اس طرح نکلیں گے گویا کہ وہ بکھری ہوئی ٹڈیاں ہیں۔ پکارنے والے کی طرف دوڑے جا رہے ہوں گے اور وہی منکرین (جو دنیا میں قیامت اور حشر و حساب کا انکار کرتے تھے) اس وقت کہیں گے یہ تو بڑا کٹھن دن ہے۔"

اور پھر اللہ تعالیٰ کے ہاں حاضر ہونے کا سفر مختلف لوگ مختلف شکل میں طے کریں گے، کوئی سوار ہوگا تو کوئی پیادہ۔ البتہ بڑے مجرم اور گناہ گار منہ کے بل اوندھے چل رہے ہوں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّكُمْ تُحْشَرُوْنَ رِجَالًا وَّرُكْبَانًا وَّتُجَرُّوْنَ عَلٰى وُجُوْهِكُمْ[2]

"تم کو میدانِ حشر میں لایا جائے گا تو کچھ لوگ پیدل چل رہے ہوں گے اور کچھ سوار ہوں گے اور کچھ کو منہ کے بل اوندھا کر کے کھینچ کر لایا جائے گا۔"

---

[1] سورت القمر، آیات ۶-۸

[2] سنن الترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب ما جاء فی شأن الحشر۔ اسی معنی کی حدیث سنن النسائی کتاب الجنائز باب البعث میں ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مجموعی طور پر حدیث کو محکم قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو جامع الاصول ۱۰/۴۲۷

جن لوگوں نے زندگی واقعۃً اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کرتے ہوئے گزاری ہو، فرائض کی پابندی اور منکرات سے پرہیز کیا ہو اُن کے لیے تو اس دن بھی کوئی مشکل نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝[1]

"جن لوگوں نے یہاں تقویٰ اختیار کیا ہے ان کے اسبابِ کامیابی کی وجہ سے اللہ اُن کو نجات دے گا، اُن کو نہ کوئی گزند پہنچے گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔"

قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہونے کے باوجود اہلِ ایمان کو لمبا محسوس نہ ہوگا کیونکہ مشکل اور تکلیف میں وقت بآسانی نہیں گزرتا، جبکہ راحت و سکون میں اس کے گزرنے کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

يَوْمُ الْقِيَامَةِ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كَقَدْرِ مَا بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ۔[2]

"قیامت کا دن اہلِ ایمان کے لیے بس اتنا ہی ہوگا جیسے ظہر عصر کے درمیان کا وقت ہے۔"

البتہ جن لوگوں نے زندگی کفر و نفاق پر بسر کی ہوگی اور زندگی بھر کھل کر اور دھڑلے سے حرام کاریاں کی ہوں گی اُن کا ایک ایک لمحہ سامانِ عبرت ہوگا۔ اور ہم چاہیں تو سچے دل سے کتاب اللہ اور سنّتِ رسولؐ میں مذکور حالات و واقعات سے یہیں عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔ بدکردار اور بداعمال حضرات کا حشر کس حال میں ہوگا، اس کا نقشہ قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۝ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ۝[3]

---

[1] سورت الزمر، آیت ۶۱

[2] المستدرک للحاکم، کتاب الایمان، باب یوم القیامۃ کقدر ما بین.... امام حاکم اور امام ذہبی نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور یہی حکم فضیلۃ الشیخ الالبانی نے لگایا ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح الجامع الصغیر حدیث ۸۱۹۳۔

[3] سورت طٰہٰ، آیات ۱۲۴-۱۲۶

"اور جو میرے درسِ نصیحت سے منہ موڑے گا اس کے لیے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا اٹھائیں گے ——— وہ کہے گا: "پروردگار! دنیا میں تو آنکھوں والا تھا، یہاں مجھے اندھا کیوں اُٹھایا؟" اللہ تعالیٰ فرمائے گا: "اسی طرح تُو نے ہماری آیات کو جبکہ وہ تیرے پاس آئی تھیں، بُھلا دیا تھا۔ اسی طرح آج تو بھلایا جا رہا ہے"۔

صرف یہی نہیں کہ وہ اندھا اٹھایا جائے گا بلکہ وہ اوندھے منہ اپنا سفر طے کر کے میدانِ حشر میں پہنچے گا، گویا کہ وہ خود اپنے کرتوتوں کا اشتہار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى وُجُوهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا[1]

"اِن لوگوں کو ہم قیامت کے روز اوندھے منہ کھینچ لائیں گے، اندھے، گونگے اور بہرے"۔

ایک اندھے، بہرے گونگے کا اوندھے منہ چلنا جس طرح آج ناممکن محسوس ہوتا ہے، جس وقت یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اس وقت صحابہ کرامؓ کو بھی یہ بات محال اور ناممکن محسوس ہوئی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

اَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا نَبِيَّ اللهِ كَيْفَ يُحْشَرُ الْكَافِرُ عَلٰى وَجْهِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ: "اَلَيْسَ الَّذِيْ اَمْشَاهُ عَلٰى رِجْلَيْهِ فِي الدُّنْيَا قَادِرًا عَلٰى اَنْ يُّمْشِيَهٗ عَلٰى وَجْهِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"[2]

"ایک آدمی (صحابی) نے دریافت کیا، اے اللہ کے نبی! کافر قیامت کے روز کس طرح منہ کے بل کھینچ کر لایا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس ذات نے اسے دنیا میں ٹانگوں پر چلایا کیا وہ ذات اس بات پر قادر نہیں کہ اسے قیامت کے روز اوندھے منہ چلائے؟"

میدانِ حشر میں پہنچنے کے بعد متقی اور پرہیزگار لوگ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فراہم کردہ عرشِ الٰہی کے سائے

---

[1] سورت بنی اسرائیل، آیت ۹۷

[2] صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب الحشر۔ صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب یحشر الکافر علیٰ وجہہ، حدیث ۲۸۰۶

تلے پناہ گزیں ہوں گے، البتہ کافر اور فاسق و فاجر لوگ اپنے اپنے گناہوں کے اعتبار سے پسینے میں شرابور ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

فَيَكُونُ النَّاسُ عَلٰى قَدْرِ اَعْمَالِهِمْ فِي الْعَرَقِ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَكُونُ اِلٰى كَعْبَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَكُونُ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَكُونُ اِلٰى حَقْوَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يُلْجِمُهُ الْعَرَقُ اِلْجَامًا وَاَشَارَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ اِلٰى فِيْهِ۔[۱]

"چنانچہ لوگ اپنے اپنے اعمال کے بقدر پسینے میں ہوں گے۔ ان میں سے کسی کا پسینہ ٹخنوں تک ہوگا اور کسی کا گھٹنوں تک، اور کوئی کمر کمر پسینے میں ہوگا (اور کسی کا پسینہ جبڑے تک ہوگا) اور اسے پسینے کی لگام لگی ہوگی۔ یہ بات کہتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے منہ کی طرف ہاتھ سے اشارہ فرمایا"

حشر کے میدان میں عام آدمی تو کیا انبیاء و رسل (علیہم الصلاۃ والسلام) نفسی نفسی پکار رہے ہوں گے۔ اُس وقت اگر کسی کو حوضِ کوثر سے چند گھونٹ نصیب ہو جائیں تو اس سے زیادہ خوش نصیب کون ہو سکتا ہے؟ حوضِ کوثر کے پانی کی تاثیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن الفاظ میں بیان فرمائی :

اَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ مَنْ وَرَدَ شَرِبَ وَمَنْ شَرِبَ لَمْ يَظْمَاُ اَبَدًا۔[۲]

"میں حوض پر تمہارا امیرِ کارواں ہوں گا۔ جو وہاں آ گیا وہ پی لے گا اور جس نے پی لیا اس کو کبھی پیاس نہیں لگے گی"۔

۱۔ صحیح مسلم، کتاب صفۃ الجنۃ، باب صفۃ یوم القیامۃ، حدیث ۲۸۶۴، سنن الترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب ۳، حدیث ۲۴۲۳۔ امام مسلم کے علاوہ علامہ الالبانی نے بھی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح جامع الصغیر حدیث ۲۹۳۳۔

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب فی الحوض۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات حوض نبینا صلی اللہ علیہ وسلم وصفاتہ، حدیث ۲۲۹۰۔

لیکن ہائے بدنصیبی! اس عظیم نعمت سے وہ لوگ محروم ہی رہیں گے جنہوں نے دینی احکام کی پرواہ نہ کی اور انہیں پسِ پشت ڈالے رکھا، فرائض کو فرائض کا مقام نہ دیا اور حرام کو حرام نہ سمجھا، بلکہ شترِ بے مہار کی سی زندگی بسر کی۔ ان بدنصیبوں کا حال آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

اِنِّی عَلَی الْحَوْضِ اَنْظُرُ مَنْ یَرِدُہٗ عَلَیَّ مِنْکُمْ فَوَاللّٰہِ لَیُقْتَطَعَنَّ دُوْنِیْ رِجَالٌ فَلَاَ قُوْلَنَّ: "اَیْ رَبِّ مِنِّیْ وَمِنْ اُمَّتِیْ"، فَیَقُوْلُ: "اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا عَمِلُوْا بَعْدَکَ مَازَالُوْا یَرْجِعُوْنَ عَلٰی اَعْقَابِھِمْ"[1]

"میں حوضِ کوثر پر موجود ہوں گا، تم میں سے جو کوئی میری طرف آئے گا اسے دیکھ رہا ہوں گا۔ قسم بخدا! کچھ لوگوں کو مجھ سے کاٹ کر دُور کر دیا جائے گا۔ میں اس موقع پر بھرپور التجا کرتے ہوئے کہوں گا: "اے پروردگار! یہ میرے ساتھی ہیں اور میری اُمت کے لوگ ہیں۔" (اس پر) اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: "آپ کو خبر نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیسے کیسے کام کیے، وہ تو مسلسل ایڑیوں کے بل (دین سے) پیچھے ہٹتے رہے۔"[2]

---

۱ صحیح مسلم۔ کتاب الفضائل باب اثبات حوض نبینا صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ۲۲۹۴۔

۲ "اگر محمد رسول اللہ علیہ وسلم کے ساتھی، آپ کے پیچھے نمازیں پڑھنے والے، آپ کے ساتھ مل کر جہاد کرنے والے، اعمالِ صالحہ میں ترقی کی بجائے تنزّل کی طرف چل پڑیں، دین میں پیشقدمی کی جگہ ان کے قدم پیچھے ہٹنے لگیں تو حوضِ کوثر کی عظیم نعمت سے محروم ہو جاتے ہیں تو ہم لوگ صرف نام کے مسلمان کس بنیاد اور کس دلیل سے بلا عمل اور بلا کردار حوضِ کوثر کی تمنا کر سکتے ہیں ——— وہاں محض عشقِ رسولؐ اور محبتِ رسولؐ کا دعویٰ کام نہیں آسکے گا، بلکہ اونچے مقام تک پہنچنے کے لیے مسلسل محنت اور جہاد کی ضرورت ہے۔ لہٰذا فرائض کا التزام، نوافل کی جدوجہد کرنا، کبائر سے بچ کر رہنا اور چھوٹے گناہوں سے بچنے کی کوشش کرنا، یہی نجات کا ذریعہ ہے اور یہی سلامتی کا راستہ ہے۔ اس کے بعد ہی حوضِ کوثر سے جامِ طہور اور شفیع المذنبین سید المرسلین سے شفاعت کی امید رکھی جا سکتی ہے۔

تعلیماتِ نبویؐ کی روشنی میں اسلامی فلاحی ریاست کا تصور اور اس کے تقاضے

از قلم: ڈاکٹر قبلہ ایاز، پی۔ ایچ۔ ڈی (ایڈنبرا)
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اسلامیات پشاور یونیورسٹی

اسلام میں ریاست کی ضرورت

بحیثیت مسلمان ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اسلام انسانی زندگی کے انفرادی اور اجتماعی دونوں پہلوؤں کے لئے ایک مکمل ضابطے کا حامل دین ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ (۱)

"آج میں تمہارے لئے تمہارا دین پورا کرچکا اور میں نے تم پر اپنا احسان پورا کیا اور میں نے تمہارے واسطے اسلام ہی کو بطورِ دین پسند کیا۔"

یہ آیت ۶۳۱ء/ ۱۰ ہجری میں حجتہ الوداع کے موقع پر بروز جمعہ اس وقت نازل ہوئی جبکہ میدانِ عرفات میں حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد چالیس ہزار سے زائد صحابہ کرام کا مجمع موجود تھا۔ (۲)

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال اس سے کچھ عرصہ بعد ۶۳۲ء/ ۱۱ھ میں ہوا۔ ایسے موقع پر اس آیت کا نزول اس خدائی منشور کی تکمیل کا اعلان تھا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے پوری انسانیت کے لئے بھیجا تھا۔ اس منشور کی عالمگیریت اور ہمہ گیری کی وجہ سے نبوت کا سلسلہ منقطع ہوا اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم ایک کامل اور مکمل پیغمبر ہونے کی وجہ سے خاتم نبوت قرار دیئے گئے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلٰكِن رَّسُولَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيِّينَ - (۳)

"محمدؐ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور سب نبیوں کے خاتمے پر ہیں۔"

۶۳۱ء/ ۱۰ھ ہی میں حجتہ الوداع کے خطبے میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعلان کا اعادہ کیا اور فرمایا:

اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَلَا اُمَّةَ بَعْدَكُمْ

"اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔"

دینِ اسلامی کی کاملیت اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلۂ نبوت کے انقطاع کے قرآنی اعلانات اس امر کا مظہر ہیں کہ بنی نوعِ انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے جو حقائق سابقہ آسمانی کتابوں اور دوسرے ادیان میں محدود اور نامکمل تھے ان کی تکمیل اور تتمیم اس دین اور اس پیغمبر کے ذریعے کر دی گئی اور فرد یا معاشرے کی زندگی سے متعلق ہر شعبے کے بارے میں رہنما اصول وضع کر دیئے گئے۔

ریاست کا قیام انسانی معاشرے کے اہم ترین مقتضیات میں سے ہے اور اسلام میں تو اس کی اہمیت بنیادی ہے' کیونکہ اسلام میں جس قسم کی انسانی اجتماعی ہیئت مطلوب ہے اس کا حصول قوتِ نافذہ کی عدم موجودگی میں ممکن نہیں۔ ریاست کے بغیر اسلام کی کاملیت کا تصور ادھورا رہ جاتا ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات پر اس نکتے کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی ہے۔ اس سلسلے میں چند آیات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) اِنَّا اَنزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا اَرٰىكَ اللّٰهُ - (۴)

"(اے نبیؐ!) بے شک ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری ہے تاکہ تم لوگوں میں انصاف کرو جو کچھ تمہیں اللہ سمجھا دے۔"

(۲) وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُونَ○(۵)

"اور جو کوئی اس کے موافق حکم نہ کرے جو اللہ نے اتارا سو وہ لوگ ظالم ہیں۔"

(۳) فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ۔ (۶)

"(اے نبیؐ!) پس ان میں اس کے موافق حکم کرو جو اللہ نے اتارا ہے اور جو حق تمہارے پاس آیا ہے اس سے منہ موڑ کر ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔"

ان آیات کے علاوہ کئی دوسرے مقامات پر بھی اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے اجتماعی نظم اور قوتِ نافذہ یعنی باقاعدہ حکومت کے قیام کے ذریعے انفرادی اور اجتماعی زندگی کی ترتیب اور تہذیب کے فریضے سے عہدہ برآ ہونے کا حکم دیا ہے۔

علاوہ ازیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی بھی اس امر کی شاہد ہے کہ جب آپؐ کو ۶۲۲ء میں ہجرتِ مدینہ کے بعد نسبتاً بہتر مناسب ماحول دستیاب ہوا تو آپؐ نے ایک معاہدہ (میثاق) کے ذریعے مختلف قبائلی اور مذہبی گروپوں کی اجتماعیت قائم کی اور اسے ایک شہری ریاست کی شکل دی۔ لوگوں نے آپؐ کو متفقہ طور پر اس کا حکم یعنی سربراہ تسلیم کرلیا۔ (۷)

اسلام اور فلاحی ریاست کا تصور

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے اہم ترین مقاصد میں سے ایک مقصد اس وقت کے فاسد نظام کو مٹا کر صالح بنیادوں پر نئے معاشرے کی تشکیل کرنا تھا۔ نظام کا یہ فساد جزیرہ نمائے عرب میں سماجی، معاشی، معاشرتی، اخلاقی اور سیاسی شعبوں پر محیط تھا۔ عرب کے علاوہ اس وقت کی دو عظیم سیاسی قوتیں یعنی بازنطینی اور ساسانی سلطنتیں بھی اسی قسم کے بگاڑ کا شکار تھیں۔ چونکہ یہ دونوں حکومتیں عربوں کے ساتھ مشترکہ سرحدات رکھتی تھیں اس لئے ان کا ایک دوسرے کے حالات سے متاثر ہونا فطری امر تھا۔ دنیا کے ان خطوں میں طبقاتی امتیاز، مذہبی جبر اور اقتصادی استحصال پر مبنی معاشرتی ڈھانچے قائم

تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی سماج کی اس ہیئت کو تبدیل کرنے اور اس کی جگہ انسانیت کی اجتماعی زندگی کو سماجی مساوات' معاشرتی اور معاشی عدل اور انصاف کے بہترین اصولوں کی اساس پر قائم کرنے کے نصب العین کے ساتھ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جدوجہد کا اوّلین مقصد بے شک رضائے الٰہی اور اخروی سعادت کا حصول تھا' لیکن اعلیٰ اقدار کی حامل ایسی ریاست جو شہریوں کی فلاح و بہبود کی ذمہ دار ہو اس اہم ترین مقصد تک پہنچنے ہی کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں متعدد آیات میں ریاست کی اس قسم کی ذمہ داریوں کی نشاندہی فرمائی ہے۔ کچھ آیتیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ - (۸)

"البتہ ہم نے اپنے رسولوں کو نشانیاں دے کر بھیجا۔ اور ان کے ہمراہ ہم نے کتاب اور ترازوے (عدل) بھی بھیجی' تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔"

(۲) اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ - (۹)

"وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں دنیا میں حکومت دے دیں تو نماز قائم کریں' زکوۃ دیں' اور نیک کام کا حکم کریں اور برے کاموں سے روکیں۔"

(۳) يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ (۱۰)

"اے داؤدؑ! ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔ پس تم لوگوں میں انصاف سے فیصلہ کیا کرو اور نفس کی خواہش کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے ہٹا دے گی۔"

(۴) وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَ اَوْحَيْنَا اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَ اِقَامَ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَاءَ الزَّكٰوةِ وَ كَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ (۱۱)

"اور ہم نے انہیں پیشوا بنایا جو ہمارے حکم سے رہنمائی کیا کرتے تھے۔ اور ہم نے انہیں اچھے کام کرنے اور نماز قائم کرنے اور زکوۃ دینے کا حکم دیا تھا اور وہ

ہماری ہی بندگی کیا کرتے تھے۔"

(۵) وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ - (۱۲)

"اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو۔"

(٦) اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ - (۱۳)

"بے شک اللہ انصاف کرنے کا اور بھلائی کرنے کا حکم دیتا ہے۔"

(۷) يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اَوِالْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ - (۱۴)

"اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو۔ اللہ کی طرف کی گواہی دو اور اگرچہ اپنی جانوں پر ہو یا ماں باپ اور رشتہ داروں پر۔"

مندرجہ بالا آیات میں القسط' الحق اور العدل کے الفاظ خصوصی طور پر قابلِ غور ہیں' جو ایک ایسے نظام کی نشاندہی کرتے ہیں جو انسانوں کے مفادِ عامہ کے ایسے قوانین پر مشتمل ہو جن کے نفاذ اور رُوبہ عمل لانے میں کسی کے ساتھ امتیاز' بے انصافی اور تفاوت نہ ہو۔ سورۃ الحج کی آیت میں تمکین فی الارض کی صورت میں اقامتِ صلوٰۃ کے ساتھ ساتھ ایتاءِ زکوٰۃ کی ذمہ داری کا مطلب بھی وسیع تر مفہوم میں افرادِ مملکت کو مادی اسباب و ذرائع اور سامانِ نشوونما بہم پہنچانا ہے' تاکہ ان کی فلاح و بہبود کا انتظام ہو سکے۔ اس قسم کا نظام انسانیت کی اجتماعی زندگی کے لئے بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔

انسانوں کے اس قسم کے فلاحی معاشرتی ڈھانچے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ سرمایہ اور دولت کا محدود افراد کے ہاتھوں میں جمع ہونا ہے۔ چنانچہ اس رکاوٹ کو دور کرنے کی خاطر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں متعدد مقامات پر اس رجحان کی شدت کے ساتھ ممانعت فرمائی ہے اور دولت کو گردش میں رکھنے کا حکم دیا ہے' تاکہ ہر آدمی اس سے برابر طور پر متمتع ہونے کے مواقع حاصل کر سکے۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل آیات بطورِ حوالہ پیش کی جاتی ہیں:

(۱) وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۚ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ

لِاَنۡفُسِكُمۡ فَذُوۡقُوۡا مَا كُنۡتُمۡ تَكۡنِزُوۡنَ○(۱۵)

"اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے، جس دن وہ (سونا اور چاندی) دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا، پھر اس سے ان کی پیشانیاں، پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی۔ (اور ان سے کہا جائے گا کہ) یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا۔ سو اس کا مزہ چکھو جو تم جمع کرتے تھے۔)

(۲) وَلَا يَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ يَبۡخَلُوۡنَ بِمَاۤ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ هُوَ خَيۡرًا لَّهُمۡ ؕ بَلۡ هُوَ شَرٌّ لَّهُمۡ ؕ سَيُطَوَّقُوۡنَ مَا بَخِلُوۡا بِهٖ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ (۱۶)

"اور جو لوگ اس چیز پر بخل کرتے ہیں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے وہ یہ خیال نہ کریں کہ یہ (بخل) ان کے حق میں بہتر ہے، بلکہ ان کے حق میں برا ہے۔ قیامت کے دن وہ مال طوق بنا کر ان کے گلوں میں ڈالا جائے گا جس میں وہ بخل کرتے تھے۔"

(۳) مَاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوۡلِهٖ مِنۡ اَهۡلِ الۡقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوۡلِ وَلِذِى الۡقُرۡبٰى وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَابۡنِ السَّبِيۡلِ كَىۡ لَا يَكُوۡنَ دُوۡلَةًۢ بَيۡنَ الۡاَغۡنِيَآءِ مِنۡكُمۡ ؕ (۱۷)

"جو مال اللہ نے اپنے رسول کو دیہات والوں سے مفت دلایا سو وہ اللہ اور رسول اور قرابت والوں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے، تاکہ وہ (مال) تمہارے دولت مندوں ہی میں نہ پھرتا رہے۔"

(۴) يَسۡـئَلُوۡنَكَ مَاذَا يُنۡفِقُوۡنَ قُلِ الۡعَفۡوَ (۱۸)

"اور آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں۔ کہہ دو کہ جو زائد ہو۔"

(۵) اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلۡفُقَرَآءِ وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَالۡعٰمِلِيۡنَ عَلَيۡهَا وَالۡمُؤَلَّفَةِ قُلُوۡبُهُمۡ وَفِى الرِّقَابِ وَالۡغٰرِمِيۡنَ وَفِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَابۡنِ السَّبِيۡلِ ؕ فَرِيۡضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ○(۱۹)

"زکوٰۃ تو مفلسوں، محتاجوں اور اس کا کام کرنے والوں کا حق ہے، اور جن کی

دلجوئی کرنی ہے۔ اور غلاموں کی گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے قرض میں اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کو۔ یہ اللہ کی طرف سے مقرر کیا ہوا ہے۔ اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔"

ظاہر ہے کہ اگر دولت کے بارے میں ان قرآنی تہدیدات کی اساس پر سوسائٹی کی تنظیم کی جائے تو اس کے نتیجے میں ایک عادلانہ فلاحی نظام قائم ہوگا اور مملکت کے افراد معاشی خوشحالی کی نعمت سے بہرہ ور ہوں گے۔ قرآن پاک میں اس سلسلے میں بعض آیات ایسی بھی ہیں جہاں مال و دولت میں ضرورت مندوں کا حصہ ان کا حق قرار دیا گیا ہے۔ مثلاً

وَ فِی اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَ الْمَحْرُوْمِ○ (۲۰)

"اور ان کے مالوں میں سوال کرنے والے اور محتاج کا حق ہوتا ہے۔"

وَالَّذِیْنَ فِی اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ○ لِّلسَّائِلِ وَ الْمَحْرُوْمِ○ (۲۱)

"اور جن کے مالوں میں سے حصہ معیّن ہے سائل اور غیر سائل کے لئے۔"

اسلامی فلاحی ریاست کا تصوّر تعلیماتِ نبویؐ کی روشنی میں

تاریخِ اسلام کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت ملنے سے قبل ہی سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن میں ایک ایسی سوسائٹی کا تصور موجود تھا جس میں بشری حقوق کے معاملے میں مساوات کا اصول کارفرما ہو اور نوعِ انسانی کا ہر فرد برابر طور پر واجب التکریم ہو، تاکہ اجتماعیت کی ایک ایسی وضع وجود میں آئے جہاں انسان ایک فلاحی معاشرے میں سانس لے سکے اور ظلم و جبر کی جگہ امن اور عدل کا ماحول ہو۔ تاریخ میں ہمیں ۵۸۱ء کے بعد کے واقعات میں مکہ میں "حلف الفضول" کے نام سے چند نیک نفس افراد کی ایک رضاکار انجمن کا ذکر ملتا ہے، جس کا نصب العین اس قسم کے معاشرے کا حصول قرار دیا گیا تھا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس انجمن کی سرگرمیوں میں شریک رہے۔ حلف الفضول کے تحت وضع کردہ اہداف کے الفاظ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

بِاللّٰهِ لَنَكُوْنَنَّ يَدًا وَاحِدَةً مَعَ الْمَظْلُوْمِ عَلَى الظَّالِمِ حَتّٰى يُؤَدِّيَ اِلَيْهِ حَقَّهٗ ———— وَ عَلَى التَّأَسِّيْ فِي الْمَعَاشِ۔

"خدا کی قسم ہم سب مل کر ایک مٹھی بن جائیں گے۔ اور اس وقت تک

مظلوم کا ساتھ دیں گے جب تک ظالم اس کو اس کا حق ادا نہ کرے
--------- اور یہ کہ ہماری معیشت کا انتظام مساوات کے اصول پر
ہو گا۔"

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس انجمن کے مقاصد کے اس قدر مداح تھے کہ نبوت ملنے کے بعد بھی آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ میں حلف الفضول میں شرکت کے اعزاز سے سرخ اونٹوں کے گلّے کے عوض بھی دست بردار ہونا نہیں چاہتا اور اگر اب بھی کوئی مجھے اس قسم کے مقاصد کی طرف دعوت دے تو میں اس کی مدد کے لئے حاضر ہوں گا۔ (۲۲)

۶۲۲ء میں جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت کی تو وہاں ایک شہری ریاست کی داغ بیل ڈالی گئی۔ آپؐ نے اپنی گیارہ سالہ مدنی زندگی میں حتی المقدور یہ کوشش کی کہ فرد اور اجتماعیت کا ایسا ربط اور تعلق استوار کریں جس کا نتیجہ معاشی اطمینان، ذہنی خوشحالی اور روحانی سکون ہو۔ یہ دور اسلامی معاشرہ کے ارتقائی مدارج کا دور تھا، جس میں ایک نیا نظام رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور ان کے عمل کی روشنی میں اپنی ساخت اور تشکیل کے مراحل سے گزر رہا تھا۔ یہی پیغمبرانہ تعلیمات اور عمل بعد میں اس عظیم مملکت کا منشور بنے جو حضرت عمر فاروقؓ کے دَور میں پوری طرح مستحکم بنیادوں پر استوار ہوئی۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی کے پہلے سال ہی میں مہاجرینِ مکّہ اور انصارِ مدینہ کے درمیان عقدِ مواخاۃ اور مسلمانوں اور مدینہ کے بت پرست اور یہودی قبائل کے درمیان میثاقِ مدینہ اس امر کے غماز ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انسانی بنیادوں پر، باہم احترام اور عقیدے کے اختلاف کے باوجود، ایک دوسرے کو برداشت کرنے کے اصول کی اساس پر ایک پُرامن سوسائٹی کی تشکیل کے خواہاں تھے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ فلاحی نظام کے قیام کے لئے ایک صحت مند ماحول کی موجودگی انتہائی اہم ہے اور اس قسم کا ماحول تب ہی حاصل ہو سکتا ہے جب معاشرے کے مختلف افراد اور گروہوں کے درمیان باہمی مفاہمت ہو۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عقدِ مواخاۃ کے ذریعے مکّہ سے ہجرت کرنے والے مسلمانوں اور مدینہ کے مسلمانوں کے درمیان اخوت کا رشتہ قائم کر کے مسلمانوں کی ایک جماعت، جو ہجرت

کی وجہ سے اقتصادی و معاشی مشکلات کا شکار تھی، کی فلاح و بہبود کے ایک جامع حل کو عملی جامہ پہنایا۔ میثاقِ مدینہ میں بقائے باہمی کے اصول پر تمام اہلِ مدینہ کو شریک کر کے حفاظتِ جان ومال اور امن و امان کے سلسلہ میں ان کے حقوق یکساں قرار دیئے گئے۔ نامناسب نہ ہوگا اگر اس موقع پر اس عہد نامہ کے متعلقہ حصے ذیل میں درج کر لئے جائیں:

اَنَّ یَثۡرِبَ حَرَامٌ جَوۡفُهَا لِاَهۡلِ هٰذِهِ الصَّحِیۡفَةِ۔

"یثرب کی وادی اس میثاق کے فریقوں کے لئے واجب الاحترام ہوگی"۔

اَنَّ النَّصۡرَ لِلۡمَظۡلُوۡمِ

"جو مظلوم ہوگا اس کی مدد کی جائے گی"۔

اَنَّ الۡجَارَ کَالنَّفۡسِ غَیۡرَ مُضَارٍّ وَلَا اٰثِمٍ

"پڑوسی اور پناہ لینے والوں کے وہی حقوق ہوں گے جو خود اپنی ذات کے ہیں۔
نہ کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا نہ کسی کے خلاف زیادتی ہوگی"۔

وَ اَنَّ بَیۡنَهُمُ النَّصۡرَ عَلٰی مَنۡ دَهَمَ یَثۡرِبَ۔

"جو یثرب پر حملہ کرے اس کے مقابلے کے لئے ایک دوسرے کی مدد کریں۔"

وَاَنَّ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ بَعۡضُهُمۡ مَوۡلٰی بَعۡضٍ وَ اَنَّهٗ مَنۡ تَبِعَنَا مِنۡ یَهُوۡدٍ فَاِنَّ لَهُ النَّصۡرُ وَالۡاُسۡوَةُ غَیۡرَ مَظۡلُوۡمِیۡنَ وَلَا مُتَنَاصِرِیۡنَ عَلَیۡهِمۡ۔

"مسلمان ایک دوسرے کے معاون و مددگار رہیں گے۔ اور جو یہودی ہمارے زیرِ اثر ہوں گے ان کی مدد کی جائے گی۔ ان کے ساتھ ہمدردی کا برتاؤ ہوگا۔
ان کے ساتھ ظلم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ان کے خلاف زیادتی کرنے والوں کا ساتھ دیا جائے گا۔"

وَاَنَّ بَیۡنَهُمُ النُّصۡحُ وَالنَّصِیۡحَةُ وَالۡبِرُّ دُوۡنَ الۡاِثۡمِ۔

"ان کے باہمی تعلقات خیر خواہی، خیر سگالی اور نیکی و بھلائی کے ہوں گے، جرم اور گناہ کے نہیں۔"

معاہدے کی ان شقوں کے مطالعے سے یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے کہ ایک فلاحی

سماج کی تشکیل کی خاطر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلالحاظِ عقیدہ، ہر فرد کو اس میں اپنا کردار ادا کرنے کی دعوت دی اور اجتماعی طور پر اس امر کی کوشش کی گئی کہ اس قسم کے انتظام کی حفاظت کا فریضہ بھی تمام فریق اپنے اپنے ذمے لیں۔ یہ معاہدہ اسلامی فلاحی ریاست کے قیام کی جانب ایک اہم سنگِ میل تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ یہودیوں نے اس پر عمل کرنے کی مخلصانہ کوشش نہیں کی۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مطالعے سے اس بات کے کئی شواہد سامنے آئے ہیں کہ آپ وسائلِ معاش کی عادلانہ تقسیم چاہتے تھے اور ایسی سوسائٹی آپؐ کے نزدیک انتہائی ناپسندیدہ تھی جس میں افراد کے درمیان معاشی تفاوت ہو۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک بار آپؐ نے قبیلہ مضر کے کچھ لوگوں کو دیکھا جن کے چہروں سے شدید فاقہ کے آثار ہویدا تھے۔ چنانچہ آپؐ کا چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہوگیا (فتمعّر وجہُ رسولِ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم)۔ اس حالت میں آپؐ نے اٹھ کر مجمع کے سامنے سورۃ النساء اور سورۃ الحشر کی وہ آیتیں تلاوت کیں جن میں سب انسانوں کو ایک ہی آدم کی اولاد قرار دیا گیا ہے اور جن میں آخرت کے لئے توشہ بھیجنے کی یاددہانی کرائی گئی ہے۔ (۲۴) یہ حدیث اس امر کی طرف ہماری رہنمائی کرتی ہے کہ معاشی طور پر کمزور افراد کی کفالت اجتماعی فریضہ ہے اور اس سے غفلت برتنا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ایک شدید قابلِ مذمت فعل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض فرمودات، جن سے آجر اور مستاجر کے درمیان تعلقات کی نوعیت کے بارے میں آپؐ کا تصور سامنے آتا ہے، سے بھی ایک فلاحی معاشرے کا خاکہ ذہن میں ابھرتا ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے:

اُعطُوا الأجِيرَ اَجرَہٗ قَبلَ اَنْ يَجِفَّ عَرَقُہٗ (۲۵)

"مزدور کی اجرت اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دولت سمیٹنے کی عمر بھر شدید مخالفت کی ہے۔ یہاں تک کہ ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ایک موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مختلف انواعِ مال کا ذکر یوں فرماتے رہے کہ ہمیں گمان ہوا کہ گویا کسی شخص کو بھی اپنے فاضل مال پر کسی قسم کا کوئی حق نہیں۔ (۲۶) اس بات کی وضاحت کی ضرورت نہیں کہ دولت کا

چند افراد کے ہاتھوں میں مرکوز ہونا فلاحی ریاست کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹوں میں سے ہے۔ تاریخِ اسلام میں اصحابِ صُفّہ کی بودوباش سے اہلِ علم حضرات واقف ہیں۔ چند سو افراد پر مشتمل ان صحابہ کرامؓ کی کفالت کی ذمہ داری مسلمانوں نے اجتماعی طور پر ہی اپنے کندھوں پر لی تھی اور حتی المقدور ان کی ضروریات پوری کرلیا کرتے تھے۔ (۲۷)

مالِ غنیمت کے سلسلے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل بھی اس حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے کہ آپ مال و اسباب کو انسانوں کی معاشی بہبود کی خاطر استعمال کرنے کے معاملے کو کتنی اہمیت دیتے تھے۔ روایات کی ایک بڑی تعداد کے مطابق جب غنیمت کا مال مدینہ پہنچتا تو آپؐ گھر تشریف لے جانے سے پہلے اس امر کو یقینی بناتے کہ وہ پورے کا پورا لوگوں میں تقسیم ہوچکا ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے ان گوشوں کے مطالعے سے بلا تامل یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ آپؐ نے جہاں انسانوں کی روحانی بالیدگی کے لئے تعلیمات دیں وہاں آپؐ نے ان کی معاشی فارغ البالی کے مقصد کو بھی کم تر نہ سمجھا' تاکہ بہتر روحانی فضا اور منصفانہ معاشی انتظامات کے امتزاج سے ایک فلاحی سوسائٹی کی تشکیل ہو۔

اسلام کے مالی نظام کا اگر بہ نظرِ غائر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ریاستِ اسلامی کی یہ ذمہ داری قرار دی گئی ہے کہ وہ ملک کے محاصل (revenue) کا ایک ایک پیسہ شہریوں کی فلاح و بہبود پر خرچ کرے۔ اس سلسلے میں فقہاءِ اسلام نے قرآن پاک اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں مختلف مدات سے حاصل شدہ آمدن کے لئے مصارف کا تعین کیا ہے' جس میں غیر مسلم شہریوں کا حصہ بھی ہے۔ (۲۸)

اس موقع پر اس بات کا اضافہ کرنا بے جا نہ ہوگا کہ فلاحی معاشرہ کے لئے ایک صالح معاشی نظام کے علاوہ زندگی کے دوسرے امور میں بھی عدل وانصاف' قانون کی بالادستی اور انسانوں کے درمیان عدمِ امتیاز کے اصولوں پر مبنی نظام کا قیام ضروری ہے۔ علاوہ ازیں اس امر کا اہتمام بھی ضروری ہے کہ حکومت کے معاملات میں عام آدمی کو اپنی شرکت کا بھرپور احساس ہو۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پہلوؤں کا جس قدر خیال رکھا ہے اس سے تاریخ و سیَر کی کتابیں بھری پڑی ہیں اور ان کے اعادے کی یہاں

ضرورت نہیں۔ خطبہ حجتہ الوداع میں فلاحی ریاست کے تصور کے ان گوشوں کے لئے اہم اصول موجود ہیں۔ شوریٰ کا ادارہ اسلامی نظمِ مملکت کے بنیادی ستونوں میں سے ہے جس سے استبداد اور اختیارات کے ایک ہاتھ میں مرکوز ہونے کے رجحان کا سدِّباب ہو جاتا ہے اور فیصلے اجتماعی تدبر (Collective Wisdom) کی روشنی میں ہوتے ہیں۔ اس قسم کے انتظامات فطری طور پر ایک فلاحی نظام ہی کی طرف پیش قدمی کا باعث بنتے ہیں۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان نظری اور عملی تعلیمات ہی کی روشنی میں ہم دیکھتے ہیں کہ خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (۶۳۲ء/ ۱۱ھ تا ۶۳۴ء/ ۱۳ھ) نے معاشی حقوق کے معاملے میں مساوات (تسویہ) کا اصول اپنے نظامِ حکومت کی اساس بنایا اور اسی بنیاد پر مردوں' عورتوں' آزادوں' غلاموں' بڑوں اور چھوٹوں کو ملکی دولت میں یکساں اور برابر قرار دیا۔ اس سلسلے میں آپ کی پالیسی یہ رہی کہ ریاست لوگوں کی فلاح کی خاطر ان کی معاشی ضرورتوں کا تکفّل کرے اور اس کے لئے ایک ہی معیار ہو جو سب کے لئے یکساں ہو۔ آپؓ نے فرمایا:

فَاَمَّا هٰذَا الْمَعَاشُ فَالتَّسوِيَةُ فِيهِ خَيْرٌ۔ (۳۰)

"معاشی معاملوں میں مساوات کا اصول ہی بہترین ہے۔"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دَور مشکلات اور مسائل کا دَور تھا' جس میں ریاستِ اسلامی کو دشمنوں نے اس کے استحکام اور بقاء کے چیلنج سے دوچار کیا تھا۔ اس لئے یہ سعادت حضرت عمر فاروقؓ (۶۳۴ء/ ۱۳ھ تا ۶۴۴ء/ ۲۳ھ) کے حصے میں آئی' جنہوں نے مملکت کے مختلف اداروں کو مستحکم بنیادوں پر استوار کیا اور اس سلسلے میں تعلیماتِ نبویؐ کو سامنے رکھ کر ایک ایسی فلاحی ریاست قائم کی جس کو آج کے دَور میں بھی ایک نمونے (model) کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ آپ (رضی اللہ عنہ) نے اپنے دس سالہ عہد کے دوران اس بات کا اہتمام کیا کہ اسلامی مملکت میں کوئی شخص فقر و فاقہ میں مبتلا نہ ہو۔ آپؓ نے ضرورت مندوں کی باقاعدہ فہرستیں بنوا کر بیت المال سے ان کے وظیفے مقرر کر دیئے تھے' معذوروں اور ضعیفوں کے لئے تنخواہیں مقرر کیں' مختلف شہروں میں مسافر خانے قائم کر کے مسافروں کے قیام و طعام کی سہولتیں بہم پہنچانے کے انتظامات کئے اور ہر پیدا ہونے والے بچے کا روزینہ مقرر کیا۔ ۶۳۹ء/ ۱۸ھ میں جب عرب

میں شدید قحط پڑا تو صحرائی آبادیوں نے مدینہ کا رخ کیا' کیونکہ انہیں معاشی تحفظ کا مسئلہ درپیش تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیت المال میں موجود رقومات اور دیگر ذخائر اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے وقف کر دیئے اور ان ضرورت مندوں کے لئے اجتماعی دسترخوان کا طریقہ اختیار کر کے ان کے معاشی تحفظ کے فریضے سے بحسن و خوبی عہدہ برآ ہوئے۔ روایات میں ہے کہ تخمیناً" ۱۰ ہزار افراد بیک وقت دسترخوان پر موجود رہتے تھے' جبکہ ۵۰ ہزار معذور افراد کو ان کے گھروں پر ضرورت کا سامان پہنچایا جاتا تھا۔ معاشی تکفل کے اس نظام میں مذہب اور عقیدے کی کوئی تخصیص روا نہیں رکھی گئی(۳۱)

وسائلِ معاش پر امت کے اجتماعی حق کے سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہ فیصلہ بڑا اہم ہے جس میں آپؓ نے ۶۳۷ء/ ۱۶ھ میں عراق کی مفتوحہ علاقوں کی زمینوں کو فوجیوں کے درمیان تقسیم کرنے کی بجائے ریاست کی مِلک قرار دیا اور اس پر خراج مقرر کر دیا' تاکہ ان کی آمدن (revenue) کو موجودہ اور آئندہ نسلوں کی اجتماعی فلاح و بہبود کے لئے استعمال کیا جا سکے اور یہ محض چند افراد کے قبضے میں نہ رہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ کا یہ اجتہادی فیصلہ صحابہ کرامؓ کی شوریٰ (Collective Wisdom) کے سامنے کئی روز تک زیر بحث رہا اور بالآخر اس بارے میں سورۃ الحشر کی فاروقی تعبیر و تفسیر کو متفقہ طور پر تسلیم کر لیا گیا۔ (۳۲)

معاشی طور پر امت کو فلاحی ریاست فراہم کرنے کے علاوہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں نظامِ حکومت کے دیگر شعبوں میں بھی عدل و انصاف کے اصول کی بالادستی قائم رکھی اور خود اپنے آپ اور ریاست کے عاملین کو عام شہریوں کے سامنے جوابدہ (accountable) قرار دیا۔ عاملین کی ہر حج کے موقع پر مدینہ طلبی کی جاتی تھی تاکہ مملکت کے مختلف اطراف و اجانب سے لوگ دربارِ خلافت میں حاضر ہو کر اپنی شکایات کا فوری ازالہ کرا سکیں۔ آپ نے عام شہریوں کے مسائل اور عاملین کے طور طریقوں سے اپنے آپ کو باخبر رکھنے کے لئے مخبرین کا ایک نظام (network) قائم کیا تھا تاکہ وہ دور دراز کے علاقوں کے حالات کے بارے میں آپ کو بروقت آگاہ کر سکیں۔ کسی عامل کو تقرری کا پروانہ دینے سے قبل اس کے اثاثوں کی فہرست تیار کی جاتی تھی۔ عاملین کے لئے ترکی گھوڑوں کی سواری ممنوع قرار دی گئی تھی اور ان کو یہ اجازت نہیں

تھی کہ وہ عام فرد کے معیار سے بہتر کھانا کھائیں یا بہتر لباس پہنیں۔ ان کو دفتر یا رہائش گاہ پر دربان رکھنے تک کی ممانعت کر دی گئی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان امور کو عملی جامہ بھی پہنایا جن کی تفصیلات سے تاریخِ اسلام کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ (۴۳)۔ نظامِ حکومت کی یہ ہیئت بلاشبہ فلاحی معاشرہ کا نقطہ عروج تھا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظری اور عملی تعلیمات کی روشنی میں ریاست کے فلاحی تصور کا جو خاکہ ترتیب پایا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے مختصر دورِ خلافت میں اسلامی ریاست کے خلاف مخالفین کی شدید یلغار کے باوجود اس تسلسل کو برقرار رکھا، جبکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے ۱۰ سالہ عہدِ خلافت میں اس تصور کو ایک مکمل نظام کی شکل دینے میں کامیاب ہوگئے۔ خلافتِ راشدہ کے بقیہ دور میں انہی اصولوں کے مطابق مملکت کے امور چلتے رہے۔

اسلام کے صدرِ اوّل میں اسلامی فلاحی ریاست کے تصور کی اس عملی شکل کی روشنی میں فقہاءِ کرام نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اسلامی ریاست کے سربراہ کا یہ فرض ہے کہ وہ لوگوں کی معاشی ضروریات کو پورا کرنے کا انتظام کرے، تاکہ کوئی فرد بھی محروم المعیشت نہ رہے۔ اس سلسلے میں اسلامی ریاست کو وسیع اختیارات حاصل ہیں اور بوقتِ ضرورت فلاحی نظام کے ہدف کے حصول کے لئے ریاستی طاقت بھی استعمال کی جا سکتی ہے، تاکہ مالی لحاظ سے مستحکم اصحاب کے وسائل میں سے ضرورت مندوں کو ان کا حصّہ دلایا جائے۔(۴۴)

اسلامی فلاحی ریاست کے تقاضے

جدید دور میں اور بالخصوص ہمارے ملک پاکستان میں صحیح معنوں میں مملکت کو اسلامی فلاحی ریاست میں تبدیل کرنے کے لئے، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور خلفائے راشدین کے طرزِ عمل کی روشنی میں، حالات اس امر کے متقاضی ہیں کہ مندرجہ ذیل اقدامات کو عملی شکل دی جائے:

۱۔ بنیادی انسانی ضروریات (روٹی، مکان، تعلیم، علاج، لباس) کو آئینی تحفظ فراہم کیا جائے۔

۲۔ معیشت کو ایسے نہج پر استوار کیا جائے جس سے سرمایہ کے چند مخصوص افراد کے

ہاتھوں میں ارتکاز کے رجحان کا سدِباب ممکن ہو جائے۔

۳۔ محنت کئے بغیر دولت کے حصول کے راستے بند کئے جائیں، مثلاً ایک فرد بہت سی دکانوں پر مشتمل پلازہ تعمیر کر کے اور انہیں کرایہ پر چڑھا کر کروڑوں روپے سالانہ کماتا ہے یا مکانات کی ایک قطار تعمیر کر کے بغیر محنت کے گھر بیٹھے دولت کماتا ہے۔

۴۔ پاکستانی اراضی کو مولانا محمد طاسین (۳۵) اور مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوھاروی (۳۹) کی تحقیق کے مطابق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عراقی زمینوں کے بارے میں پالیسی کے طرز پر وقف للمسلمین قرار دیا جائے اور اس کی مجموعی آمدن کو بیت المال میں جمع کر کے عوام کی اجتماعی فلاح و بہبود کے لئے استعمال کیا جائے۔

۵۔ حکومتی اور عوامی سطح پر مسرفانہ طرز زندگی کی حوصلہ شکنی کے لئے مناسب قوانین بنائے جائیں۔

۶۔ ایسے قوانین بنائے جائیں جن کے مطابق شاہ و گدا سب عدالت کے سامنے جوابدہ ہوں اور کسی کو استثناء حاصل نہ ہو۔

ہو سکتا ہے کہ بادی النظر میں یہ تجاویز غیر حقیقی محسوس ہوں، لیکن آج کی دنیا میں اس قسم کی مثالیں موجود ہیں اور اگر صحیح نیت اور عزم ہو تو کوئی بعید نہیں کہ ان اصولوں کے مطابق ایک ماڈل اسلامی فلاحی ریاست کے تصور کا احیاء ہو جائے۔

حوالہ جات اور وضاحتی نکات

۱۔ المائدہ : ۳ (آیات قرآنی کے ترجمے کے لئے مولانا احمد علی لاہوریؒ کے ترجمہ قرآن مجید سے مدد لی گئی ہے)

۲۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھیں : تفسیر عثمانی، حواشی ۱۹ تا ۲۱

۳۔ الاحزاب : ۴۰ ۴۔ النساء : ۱۰۵

۵۔ المائدہ : ۴۵ ۶۔ المائدہ : ۴۹

۷۔ اس کی مزید تفصیل آگے دیکھیں۔ حوالہ جات کے لئے نوٹ ۲۳ دیکھیں۔

۸۔ الحدید : ۲۵ ۹۔ الحج : ۴۱

۱۰۔ ص : ۲۶ ۱۱۔ الانبیاء : ۷۳

۱۲۔ النساء : ۵۸ ۱۳۔ النحل : ۹۰

۱۴۔ النساء : ۱۳۵
۱۵۔ التوبہ : ۳۴ تا ۳۵
۱۶۔ آلِ عمران : ۱۸۰
۱۷۔ الحشر : ۷
۱۸۔ البقرہ : ۲۱۹
۱۹۔ التوبہ : ۶۰
۲۰۔ الذاریات : ۱۹
۲۱۔ المعارج : ۲۴ تا ۲۵

۲۲۔ "حلف الفضول" کے بارے میں مزید تفصیل کے لئے دیکھیں: ابن ہشام، السیرۃ النبویہ (مکتبہ فاروقیہ، ملتان، ۱۹۷۷ء) زیر عنوان: حلف الفضول جلد ا، صفحات: ۹۰ تا ۹۳۔ ڈاکٹر محمد حمیداللہ، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی۔ (دارالاشاعت بندر روڈ کراچی، ۱۹۶۰ء) صفحات ۴۶ تا ۴۸۔

۲۳۔ "میثاقِ مدینہ" کی مزید تفصیل کے لئے دیکھیں: ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، زیر عنوان: کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما بینہ وبین الیھود جلد ۲، صفحات ۱۶ تا ۱۹۔ ڈاکٹر محمد حمیداللہ (ایڈیٹر)، مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ للعہد النبوی والخلافۃ الراشدہ، (دار النفائس بیروت، ۱۹۸۳ء) صفحات: ۵۷ تا ۶۲۔ مولانا سید محمد میاں، عہد زریں اور مثالی حکومتیں، (کتابستان قاسم جان سٹریٹ دہلی، تاریخ اشاعت درج نہیں)، جلد ا، صفحات ۳۷۸ تا ۳۸۱۔

۲۴۔ ابو حسین مسلم، صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھیں مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوھاروی، اسلام کا اقتصادی نظام۔ (ادارہ اسلامیات انار کلی لاہور، ۱۹۸۴ء) صفحات ۱۴۷ تا ۱۴۸۔

۲۵۔ ابن ماجہ، سنن، باب الاجارہ۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھیں: مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوھاروی، اسلام کا اقتصادی نظام، ص ۲۰۱۔

۲۶۔ ابن حزم، المحلیٰ، جلد ۶۔ مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوھاروی، اسلام کا اقتصادی نظام، ص ۴۴۔

۲۷۔ "اصحابِ صفہ" کی مزید تفصیل کے لئے دیکھیں: شبلی نعمانی، سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم (ناشران قرآن لمیٹڈ اردو بازار لاہور، تاریخ اشاعت درج نہیں) جلد ا، صفحات ۲۹۸ تا ۳۰۰۔

۲۸۔ اسلام کے نظامِ محاصل اور آمدن کے مصارف کے لئے دیکھیں: مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوھاروی، اسلام کا اقتصادی نظام، صفحات ۱۰۶ تا ۱۳۱۔ عبدالجید کد خیلی، د اسلام اقتصادی نظام (پشتو) (مقامِ اشاعت درج نہیں، ۱۹۸۹ء) صفحات ۸۷ تا ۱۰۴۔

۲۹۔ اسلام میں شوریٰ کے مقام کی تفصیل کے بارے میں مولانا ریاست علی بجنوری کی کتاب شوریٰ کی شرعی حیثیت، (مکتبہ خلیل اردو بازار لاہور، ۱۹۸۸ء) مفید معلومات پر مشتمل ہے۔

۳۰۔ ابو عبید، کتاب الاموال، حدیث ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ نیز دیکھیں: مولانا سید محمد میاں، دورِ حاضر کے سیاسی و اقتصادی مسائل اور اسلامی تعلیمات و اشارات، (مکتبہ رحیمیہ قذافی مارکیٹ اردو بازار لاہور، ۱۹۸۳ء) صفحات ۹۴ تا ۹۶۔ مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوھاروی، اسلام کا اقتصادی نظام، صفحات ۱۵۴ تا ۱۵۷۔

۳۱۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھیں: احمد بن یحیٰ البلاذری، فتوح البلدان، اردو ترجمہ: سید ابوالخیر مودودی، (نفیس اکیڈمی بلاسس سٹریٹ کراچی، ۱۹۷۰ء) جلد ۲، صفحات ۶۳۹ تا ۶۵۳۔ شبلی نعمانی، الفاروق (نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد، تاریخ اشاعت درج نہیں)۔ صفحات ۴۳۴ تا ۴۴۴۔

۳۲۔ دیکھیں: احمد بن یحیٰ البلاذری، فتوح البلدان، صفحات ۳۸۰ تا ۳۹۳۔ نیز دیکھیں شبلی نعمانی، الفاروق، صفحات ۲۷۸ تا ۲۸۳۔

۳۳۔ ان نکات کی تفصیل کے لئے دیکھیں ڈاکٹر خورشید احمد فارق (مترجم)، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سرکاری خطوط، (ادارہ اسلامیات لاہور، ۱۹۷۸ء)۔ شبلی نعمانی، الفاروق، صفحات ۲۶۷ تا ۲۷۶۔ نیز دیکھیں: رسالہ اسلامک کلچر (اپریل ۱۹۸۴ء) میں محمد یوسف گورایہ کا آرٹیکل بعنوان Judicial system under Umar the great. صفحات ۹۷ تا ۱۳۰۔

۳۴۔ اس موضوع پر مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوھاروی نے اپنی کتاب "اسلام کا اقتصادی نظام" میں بڑی مفید اور معلومات افزا بحث کی ہے۔ دیکھیں صفحات ۴۲ تا ۴۹، ۵۱، ۵۴ تا ۹۰، ۱۴۷ تا ۱۶۱، ۳۵۷ تا ۳۷۱۔

۳۵۔ اس سلسلے میں مولانا محمد طاسین کی کتاب "مروجہ نظامِ زمینداری اور اسلام" (مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور، تاریخ اشاعت درج نہیں) لائقِ مطالعہ ہے۔

۳۶۔ دیکھیں: اسلام کا اقتصادی نظام، صفحات ۴۰۸ تا ۴۱۶۔

منتخب کتابیات

۱۔ القرآن الکریم (مع ترجمہ مولانا احمد علی لاہوری و تفسیر مولانا شبیر احمد عثمانی)

۲۔ ابن حزم — المحلی

۳۔ ابن ماجہ — سنن

۴۔ ابن ہشام — السیرۃ النبویہ

۵۔ ابو عبید — کتاب الاموال

۶۔ امام مسلم، ابو حسین — صحیح مسلم

۷۔ البلاذری، احمد بن یحیٰ — فتوح البلدان

۸۔ بجنوری، مولانا ریاست علی — شوریٰ کی شرعی حیثیت

۹۔ حمید اللہ، ڈاکٹر محمد (ایڈیٹر) — الوثائق السیاسیہ

۱۰۔ حمید اللہ، ڈاکٹر محمد — رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی

۱۱۔ سیوھاروی، مولانا محمد حفظ الرحمٰن — اسلام کا اقتصادی نظام

(باقی صفحہ ۷۰ پر)

شہر کراچی میں
تحریکِ خلافت کا تعارف
امیر تنظیم اسلامی کے دورۂ کراچی کی رپورٹ

جو لوگ ملت کا درد رکھتے ہیں وہ جب موجودہ حالات کو دیکھتے ہیں تو تڑپ جاتے ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ دنیا میں مسلمانوں کی تعداد ۱۲۵ کروڑ ہونے کے باوجود انہیں عزت کا مقام حاصل ہے نہ ان کے اپنے نظریہ کی کوئی حکومت موجود ہے۔ مسلمانوں کی حکومتیں اگرچہ ۴۵ کے لگ بھگ ہیں اور آزاد حکومتیں کہلاتی ہیں مگر ان کی اپنی حکومت میں ان کی اپنی مرضی کو دخل نہیں ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ ہر دردمند مسلمان کے ذہن میں یہ سوال ضرور ابھرتا ہے۔

تنظیم اسلامی کے امیر ڈاکٹر اسرار احمد صاحب ان لوگوں میں ہیں جنہوں نے اس سوال کا بھرپور جائزہ لیا ہے' مرض کی تشخیص بھی کی ہے اور علاج بھی بتایا ہے۔ قرآن مجید میں غور و فکر کے نتیجے میں وہ اس بات پر پہنچے ہیں کہ امت کا مجموعی ایمان مضمحل ہوچکا ہے اور اس کی واحد وجہ کتاب اللہ سے بے اعتنائی ہے۔ جب تک یہ امت توبہ' تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ عہد نہیں کرے گی' سدھار کی کوئی راہ نہیں نکلے گی۔ یہی جذبہ انہیں ربع صدی سے کشاں کشاں لئے پھر رہا ہے۔ اپنے ملک کے کونے کونے میں یہی پیغام لے کر پہنچے ہیں اور بیرونِ ملک بھی توبہ کی منادی کے لئے بار بار سفر کر چکے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ تمدن کے ارتقاء نے نوعِ انسانی کو اب جس مقام پر لا کھڑا کیا ہے اور آج کے انسان نے شعور کی جتنی منزلیں طے کرلی ہیں اب وقت آگیا ہے کہ انہیں باور کرایا جائے کہ اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کی کیا برکات ہیں۔ دنیا نے کمیونزم کی تجہیز و تکفین کو بچشمِ سر دیکھ لیا ہے اور مغرب میں جمہوری نظام نے جن خباثتوں کو جنم دیا ہے اور جن جن مصائب اور مسائل نے انہیں گھیر لیا ہے اس سے آج ان کے دانشور پریشان ہیں۔ ایسے موقع پر اگر انہیں اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کو برسرِ زمین دکھا دیا جائے تو دنیا اسے لپک کر قبول کرے گی۔ افسوس کہ یہ کام ہم نہ کرسکے' اللہ سے عہد کرنے کے باوجود' جبکہ اس نے ہمیں پاکستان نام کا ایک خطہ بھی عطا کردیا!

تنظیم اسلامی کے امیر ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے کراچی میں ۱۶ر اگست کو "امتِ مسلمہ کا

مستقبل" کے عنوان سے جامع القرآن قرآن اکیڈمی میں ایک تقریر کی تھی۔ ایک ماہ بعد یعنی ۱۳؍ ستمبر کو اپنی تقریر شروع کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ آج کی تقریر گزشتہ ماہ کی تقریر کا تسلسل ہے۔ پھر آپ نے گزشتہ ماہ کی جانے والی تقریر سے اہم نکات دہرائے اور اس وقت امت مسلمہ جن حالات سے دوچار ہے' ان پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ دنیا میں یہود کے اثر و نفوذ سے سامعین کو آگاہ کیا۔ پھر مسلمانوں کو متوجہ کیا کہ بیٹھ رہنے سے کوئی تبدیلی نہیں آئے گی اور نہ وہ عذاب ٹل سکتا ہے جو اب سروں پر منڈلاتا نظر آ رہا ہے۔ جب تک ہماری قوم' قومِ یونسؑ کی طرح توبہ نہیں کرے گی اور اس دینِ حق کی طرف نہیں پلٹے گی جس کی وہ مدعی ہے' عذاب سے چھٹکارا نہیں مل سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ عرب قوم تو عذاب میں گرفتار ہو چکی ہے' سب کچھ ہوتے ہوئے وہ بے دست و پا ہے' اسرائیل کے فتراک کے نخچیر وہ بن چکے ہیں۔ دوسرا نمبر ہمارا ہے' ہم نے اللہ سے بدعہدی کی اور اس کے نظام کو اس زمین پر نافذ نہیں کیا۔ اب بھی اگر ہوش نہیں آیا تو ہمیں بھی سزا مل کر رہے گی' جس کے آثار شروع ہو چکے ہیں۔ دین کو نافذ کرنے کے لئے پرانے نظام کو اکھاڑ کر پھینکنا ہوگا اور یہ کام صرف انقلاب سے ہو سکتا ہے۔ آپ نے اس کی تفصیلات سے سامعین کو آگاہ کیا اور پھر بتایا کہ اس کے لئے ایسی تنظیم کی ضرورت ہے جو سمع و طاعت کے نظام میں بندھی ہوتی ہو' سیسہ پلائی ہوئی دیوار جیسی ہو۔ سامعین سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: ہمارے لئے دو راستے ہیں' یا تو ہمیشہ تماشبین کی حالت میں رہیں اور جو کچھ ہو رہا ہے سب سے آنکھیں بند کر لیں--- اور یا پھر اس کو بدلنے کی جدوجہد کریں۔ جس کے دل میں آرزو ہو اور کچھ کرنے کا جذبہ ہو' دل میں ایمان ہو اور اسے یہ معلوم ہو جائے کہ اقامتِ دین کے لئے جدوجہد فرض ہے تو اسے کمرِ ہمت کس لینا چاہئے۔ پھر آپ نے اقامتِ دین کی فرضیت پر احادیث اور قرآن مجید کی آیات سے استشہاد کیا۔

اس خطاب کے بعد سامعین کو سوالات کی دعوت دی گئی۔ تنظیم اسلامی کی طرف سے کاغذ و قلم مہیا کئے گئے تاکہ اچانک ذہن میں آنے والے سوالات بھی لکھے جا سکیں۔ نصف گھنٹے کے وقفہ کے بعد سوالات و جوابات کی نشست منعقد ہوئی۔ سوالات کافی جمع ہو گئے تھے۔ چند سوالات کو چھوڑ کر' جو فقہی نوعیت کے تھے' بقیہ سوالات کے جوابات امیرِ محترم نے دیئے۔ تنظیم کا یہ طریقہ کار ہے کہ فقہی سوالات کے لئے سائل کو مفتیانِ کرام کی طرف رجوع کے لئے کہا جاتا ہے۔

سوال و جواب کے بعد تھوڑی دیر کا وقفہ ہوا' پھر جمعہ کی اذان دی گئی اور امیر محترم کا

خطابِ جمعہ شروع ہوا' جو ۴۵ منٹ کے دورانیے پر مشتمل تھا۔ اس خطاب میں آپ نے "دفاعِ پاکستان" کے موضوع پر اظہارِ خیال فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ پاکستان کا دفاع اور اس پر جان دینے کا عزم ہر پاکستانی پر لازم ہے۔ یہ صرف افواج کا فریضہ نہیں' بلکہ ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے۔ پاکستان کے ساتھ اسلام کی عزت وابستہ ہے۔ ہمیں اپنے دفاع کا پورا حق ہے اور اس کے لئے ایٹمی صلاحیت ناگزیر ہے۔ اگر اس میں اب تک اخفاء ہوا ہے تو یہ بھی ضروری تھا۔ اب اگر راز کھل گیا ہے تو ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں ڈنکے کی چوٹ پر یہ کہنا چاہئے کہ اگر دوسرے ممالک اپنا دفاعی بندوبست کر رہے ہیں تو ہمیں بھی اس کا پورا حق حاصل ہے۔ امیر محترم نے فرمایا کہ ہمیں اپنے حلیف تلاش کرنے چاہئیں' اس میں تاخیر درست نہیں' اس وقت چین ہمارا سچا حلیف ہے' اس سے فوری دفاعی معاہدہ کرنا چاہئے۔ تیسری بات یہ کہ بھارت کو سمجھانا چاہئے کہ دونوں ملکوں کی بھلائی جنگ نہ کرنے میں ہے' جنگ کی صورت میں دونوں کا نقصان ہے اور فائدہ مغرب کو پہنچے گا۔ چوتھی اور سب سے اہم بات یہ کہ ہمیں اللہ کی پناہ میں آنا چاہئے اور اس کی صورت یہ ہے کہ ہم اس کی نافرمانی چھوڑ دیں۔ آپ نے بڑے عزم اور جوش کے ساتھ کہا: اے مسلمانو! اللہ کے بنو' اللہ تمہارا دفاع کرے گا! اللہ کی مدد اس وقت آئے گی جب تم اس کی اطاعت کرو گے۔ نافرمانی کے ساتھ نصرت کی امید عبث ہے' خیالِ خام ہے!!

☆ ☆ ☆

دوسرے دن یعنی ہفتہ کے روز امیر محترم کا خطاب "خلافت: کیا' کیوں اور کیسے؟" کے زیر عنوان جامع مسجد ہادی مارکیٹ ناظم آباد نمبر ۴ میں بعد نماز عشاء ہوا۔ آپ نے خطبۂ مسنونہ کے بعد فرمایا خلافت قرآن و سنت کی اصطلاح ہے۔ قرآن حکیم میں فرمایا گیا ہے کہ جو لوگ ایمان اور عملِ صالح کا حق ادا کریں گے ان سے اللہ کا پختہ وعدہ ہے کہ وہ زمین میں ان کو لازماً غلبہ عطا کرے گا' انہیں خلافت سے نوازے گا اور خوف کی حالت کو امن سے بدل دے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس روئے ارضی پر کوئی گھر ایسا نہ رہے گا' خواہ وہ اینٹ گارے کا ہو یا اون اور کمبل کا' مگر اس میں اسلام داخل ہو کر رہے گا' عزت والوں کی عزت کے ساتھ اور ذلت والوں کی ذلت کے ساتھ۔ یعنی جو لوگ اسلام قبول کر لیں گے وہ سربلند ہوں گے اور جو غلبہ قبول کریں گے وہ جزیہ دیں گے اور دوسرے درجہ میں شمار ہوں گے۔ اسلام کا یہ غلبہ ہو کر رہے گا' جس کے آثار ظاہر ہونا شروع

ہوگئے ہیں۔ اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کا عمل جاری ہے' اگرچہ امتِ مسلمہ کا زوال بھی اپنے عروج پر ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس کے لئے کس خطہ کا انتخاب اللہ کی مشیت میں مقدر ہے۔ ظاہری حالات تو یہ بتا رہے ہیں کہ شاید پاکستان کا انتخاب ہوچکا ہے۔ امیر محترم نے تاریخ کے حوالے سے احیائی عمل کی تفصیل سامعین کو بتائی۔

خلافت کے خدوخال کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ خلافت کا نظام موجودہ صدارتی نظام کے قریب تر ہے۔ آپ نے نظامِ خلافت کے بارے میں یہ واضح کیا کہ یہ نظام انتخابات کے ذریعے نہیں' بلکہ صرف انقلابی جدوجہد ہی کے ذریعے آ سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس انقلاب کو برپا کرنے کے لئے ایسے افراد درکار ہیں جو پہلے اپنی زندگیوں میں انقلاب برپا کریں' اور امرونواہی کی پابندی کریں' اور اپنا تن من دھن لگا کر ثابت کر دیں کہ وہ دین کی سربلندی چاہتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے یہی کیا' اور ہمیں بھی یہی کرنا ہوگا' تبھی وہ مطلوب خلافت قائم ہو سکتی ہے۔ اس خلافت کی برکات اس وقت ظاہر ہوں گی جب دین پورے کا پورا غالب ہو جائے گا۔

امیر محترم نے نظام خلافت کے دس نکات بیان کئے' جسے ہم "انقلابِ اسلامی کا منشور" بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس سے آئندہ کے کام کا نقشہ بھی سامنے آتا ہے اور وہ ہدف بھی متعین ہو جاتا ہے جس پر اپنی توانائی خرچ کرنے کا عزم ہر مسلمان کو کرنا چاہئے۔ وہ دس نکات یہ ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کی حاکمیتِ مطلقہ: ہر سطح پر اللہ کے حکم کی بالادستی۔

(۲) مخلوط قومیت کی نفی: مسلمان ایک الگ قوم ہیں۔ اسلامی ریاست میں صرف انہی کو ووٹ دینے کا حق ہے۔ غیر مسلم ذمّی ہیں' ریاست ان کی حفاظت کی ہر طرح ذمہ دار ہے۔

(۳) خلیفہ کا انتخاب بلاواسطہ پورے ملک کے مسلمان کریں گے۔

(۴) صوبائی عصبیت کی لعنت ختم کرنے کے لئے چھوٹے چھوٹے صوبے بنائے جائیں۔ ایک کروڑ کی آبادی سے بڑا کوئی صوبہ نہ ہو۔

(۵) سُود اور جوئے کے کامل انسداد کے ذریعہ معیشت کی تطہیر۔

(۶) نیا بندوبستِ اراضی: پاکستان کی تمام زمینیں خراجی ہیں۔ ان کا خراج براہِ راست بیت المال میں جانا چاہئے۔

(۷) زکوۃ کی کامل تنفیذ: کُل اموالِ ظاہرہ پر پوری زکوۃ لی جائے۔

(۸) مکمل قانونی مساوات: حکمرانوں سمیت کوئی شخص قانون سے بالاتر نہ ہو۔

(۹) شراب اور دوسری نشہ آور چیزوں کا مکمل استیصال۔
(۱۰) مخلوط معاشرے کا سدباب: ہر سطح پر مخلوط معاشرے کی نفی۔

یہ وہ نکات ہیں جن کی تفصیل امیرِ محترم نے بیان کی اور وضاحت فرمائی۔

اس منشور کے مطالعے کے بعد وہ ابہام بھی ختم ہو جانا چاہئے جو اسلامی نظام کے بارے میں بعض دانشوروں نے اپنے مذموم مقاصد کے لئے پیدا کیا ہے۔ جو آئے دن خواہ مخواہ کی بحثوں میں عوام کو الجھا کر رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ منشور اسلامی نظام کے خدوخال کا آئینہ ہے۔ ہم میں سے ہر فرد کو چاہئے کہ ان نکات کو عوام تک پہنچائے اور رائے عامہ کو ہموار کرے۔

تیسرے دن یعنی ۱۵؍ ستمبر کو پریس کلب کراچی میں ساڑھے تین بجے سہ پہر ایک پریس کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ امیرِ تنظیم اسلامی نے ایک تحریر پڑھ کر سنائی، جس کی فوٹو اسٹیٹ نقول تمام صحافی حضرات کو دی گئیں۔ اس تحریر میں نہایت جامعیت کے ساتھ اس دس نکاتی منشور کی وضاحت کی گئی تھی جسے تحریکِ خلافت کی بنیاد بننا ہے اور رائے عامہ کو اس کے لئے ہموار کرنا ہے، بلکہ صحیح معنوں میں بیدار کرنا ہے۔ امیر محترم کے اس بیان اور وضاحت کے بعد سوالات و جوابات کا سلسلہ شروع ہوا، جو نہایت اچھے ماحول میں کچھ دیر جاری رہا۔ پھر تنظیم کی طرف سے صحافی حضرات کا شکریہ ادا کیا گیا۔ اس طرح یہ بامقصد پریس کانفرنس اختتام پذیر ہوئی۔ امیرِ محترم کا یہ دورہ اپنی افادیت کے اعتبار سے بہت کامیاب رہا۔

مرتب : نجیب صدیقی۔ کراچی

بقیہ : تنظیمِ اسلامی حلقہ پنجاب کی سرگرمیاں

اجتماع بلا کر ان سے نئے امیر کے لئے ترجیح کی ترتیب کے ساتھ تین تین افراد کے نام مہیا کر دہ چٹوں پر تحریر کرنے کے لئے کہا۔ اس اجتماع میں ساٹھ کے لگ بھگ رفقاء شریک ہوئے۔ حاصل شدہ نتیجہ مرتب کر کے راقم نے امیر محترم کے سامنے پیش کیا، جس پر مرکزی اسرہ میں غور و فکر کے بعد امیرِ محترم نے شرقی تنظیم کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کا فیصلہ فرمایا اور دو دو امراء اور ناظمین کا تقرر فرمایا۔ شرقی نمبر ۱ کا امیر جناب فتح محمد قریشی صاحب کو اور ناظم حبیب الرحمٰن صاحب کو مقرر کیا گیا۔ جبکہ شرقی نمبر ۲ کے امیر جناب محمود عالم میاں صاحب اور ناظم جناب رضا جلیل صاحب مقرر ہوئے۔

☆ ـــــ ماہ ستمبر کے دوران تنظیم اور اسروں کے ہفتہ وار اور ماہانہ اجتماعات باقاعدگی سے منعقد ہوئے، جن میں سے بعض میں راقم بھی شریک ہوا۔

(مرتب : عبدالرزاق)

حلقہ غربی پنجاب کا علاقائی اجتماع، اور

فیصل آباد کا جلسۂ عام

اس سال سالانہ اجتماع کے مرکزی مجلسِ مشاورت کے پہلے اجلاس منعقدہ اپریل ۹۱ء میں آئندہ تنظیمی سال کے لئے اجلاس ہائے مجلسِ مشاورت اور علاقائی اجتماعات کا شیڈول طے کیا گیا تھا، جس کے مطابق حلقہ غربی پنجاب کے علاقائی اجتماع کے لئے ۲۰ تا ۲۲ر ستمبر کی تاریخیں مقرر ہوئی تھیں، جن میں ۲۰ر ستمبر کو جلسہ عام رکھا گیا تھا۔ لیکن بعد ازاں چند ناگزیر وجوہ کی بنا پر اگست میں منعقد ہونے والے مجلسِ عاملہ کے اجلاس میں اس اجتماع کے پروگرام میں ردوبدل کیا گیا اور جلسۂ عام اور علاقائی اجتماع کے لئے ۱۰، ۱۱ اور ۱۲ر ستمبر کی تاریخیں مقرر کی گئیں۔ مجلسِ عاملہ کے اجلاس میں جلسۂ عام کے مقام کے بارے میں بھی غور کیا گیا۔ امیرِ محترم نے دھوبی گھاٹ کی وسیع و عریض جلسہ گاہ میں جلسہ کرنے کی خواہش ظاہر کی۔

مقامی رفقاء سے جلسۂ عام کی جگہ کے بارے میں مشورہ کیا گیا تو اکثریت نے ڈی گراؤنڈ کے حق میں رائے دی۔ محترم ناظمِ پنجاب نے بھی اس جگہ کو جلسہ کے لئے موزوں خیال کیا، لیکن میئر فیصل آباد نے یہاں جلسہ کرنے کی اجازت نہ دی۔ ان کا کہنا تھا کہ ڈی گراؤنڈ پارک ہے، جلسہ گاہ نہیں ہے! چنانچہ از سرِ نو رفقاء سے مشورہ کیا گیا۔ راقم نے دبی زبان میں دھوبی گھاٹ میں ہی جلسہ رکھنے کی تجویز پیش کی، جسے رفقاء کی اکثریت نے پسند کیا اور اس کی تائید کی۔ اس پر ناظمِ حلقہ جناب ملک احسان الٰہی صاحب نے دھوبی گھاٹ میں جلسہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ البتہ انہوں نے رفقاء پر واضح کر دیا کہ اس صورت میں انہیں جلسہ کو کامیاب بنانے کے لئے زیادہ سے زیادہ وقت فارغ کر کے بھرپور محنت کرنا ہوگی۔ ساتھ ہی یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ بارش کی صورت میں جلسہ وہیں سڑک پر ہوگا اور اسے کسی ہال وغیرہ میں منتقل نہیں کیا جائے گا۔ جلسۂ عام کا مقام طے ہونے کے ساتھ ہی رفقاء نے پورے جوش و جذبے کے ساتھ اس کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس سلسلے میں نائب ناظمِ حلقہ نے باہمی مشورے سے رفقائے تنظیم اسلامی فیصل آباد کو مختلف فرائض تفویض کئے۔

۱۔ رفیقِ محترم میاں یوسف صاحب کے ذمے میئر اور اے سی فیصل آباد سے جلسہ کی

اجازت کا حصول' سائیکل سٹینڈ کا انتظام اور گراؤنڈ میں سٹیج کی دیوار پر "خلافت کانفرنس" کے الفاظ تحریر کروانا تھا۔ انہوں نے اللہ کے فضل و کرم سے یہ تمام کام بروقت کر لئے تھے۔

۲۔ جلسہ کا بحیثیت مجموعی ناظم اور سٹیج سیکرٹری محترم ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب کو مقرر کیا گیا تھا' جنہوں نے نہایت جانفشانی سے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ جلسہ گاہ میں ترتیب سے لگی ہوئی کرسیاں' قناتیں' اور بینرز اس کا منہ بولتا ثبوت تھے۔

۳۔ جلسہ کے ساتھ ہی دو روزہ علاقائی اجتماع کا پروگرام بھی شروع ہونا تھا' جس کے لئے قیام اور طعام کا بندوبست رفیقِ محترم مختار احمد صاحب کے ذمے تھا' جو اس فرض سے بحسن و خوبی عمدہ برآ ہوئے۔ طعام کے کام میں رفیقِ تنظیم اعجاز قمر نے ان کی بھرپور معاونت کی۔

۴۔ بینرز کی تیاری رفیقِ تنظیم محترم سعید احمد صاحب کے ذمے تھی' جنہوں نے ۴۰ بڑے اور کچھ چھوٹے بینرز تیار کروائے' جنہوں نے جلسے کی بھرپور پبلسٹی میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔

۵۔ پوسٹرز' ہینڈ بلز اور دعوت ناموں کی چھپوائی کا کام نائب ناظمِ حلقہ غربی پنجاب محترم احسان الٰہی ملک صاحب اور رفیقِ محترم جناب میاں یوسف صاحب کے ذمے تھا۔ اللہ کے فضل و کرم سے یہ کام بھی بروقت اور اطمینان بخش طریقے سے ہو گیا۔

۶۔ اب مشکل ترین مرحلہ اشتہارات اور بینرز لگانے کا درپیش تھا۔ اس کام کی ذمہ داری راقم کے سر تھی۔ لیکن راقم اللہ کا جتنا بھی شکر ادا کرے کم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہایت ہی مستعد اور چاق و چوبند ساتھیوں کے ساتھ اس کی خصوصی معاونت فرمائی۔

۷۔ رکشہ پر اعلانات کا ناظم بھی اسی خاکسار کو بنایا گیا تھا۔ اس کام کے لئے ۹ اور ۱۰ر ستمبر کو دو رکشے مخصوص کر دیئے گئے' جن کے ذریعے سارے شہر میں بھرپور انداز میں جلسۂ عام کی تشہیر کی گئی۔

۸۔ سٹیج پر ساؤنڈ سسٹم' روشنی اور بجلی کے جملہ انتظامات رفیقِ محترم جناب انوار الحق صاحب کے ذمے تھے' جنہوں نے یہ سارا کام تنِ تنہا سرانجام دیا۔

۹۔ ٹینٹ' کرسیاں اور قناتیں وغیرہ کا بندوبست میاں محمد اسلم صاحب کے ذمہ تھا' جس کے لئے موصوف ۱۰ر ستمبر کو صبح ۸ر بجے جلسہ گاہ میں پہنچے اور ۱۱ر ستمبر کو فجر کی نماز پڑھ کر وہاں سے واپس گئے۔ اس کام میں ان کی معاونت ڈاکٹر فیض رسول اور امتیاز احمد وابلہ نے کی۔

۱۰۔ انجمن سپاہِ صحابہؓ کے جلسہ میں دھماکہ کے بعد فیصل آباد میں تنظیم اسلامی کا جلسہ

نہایت حساس حیثیت اختیار کر چکا تھا۔ لہٰذا سکیورٹی کے انتظامات پر خصوصی توجہ دی گئی۔ رفیق محترم جناب عبدالشکور صاحب کو سکیورٹی کے معاملات کا ناظم بنایا گیا۔ اور ان کی سکیورٹی ٹیم میں فیصل آباد کے رفقاء کے علاوہ لاہور کے بعض رفقاء کو بھی شامل کیا گیا۔ سکیورٹی کے نقطہ نظر سے گراؤنڈ جلسہ سے ۲۴ گھنٹے پہلے اپنے قبضے میں لے لیا گیا۔ اور جلسہ سے قبل کی رات بعض رفقاء نے گراؤنڈ میں جاگ کر گزاری۔

۱۔ جلسہ کے دوران مکتبہ کا ناظم رفیقِ محترم حامد صابر صاحب کو مقرر کیا گیا۔ ان کی معاونت عرفان الٰہی اور نئے رفیق بابق محمودؔ نے کی۔

۲۔ امیرِ محترم کے قیام و طعام کی تمام تر ذمہ داری رفیقِ محترم شیخ محمد امین صاحب نے اٹھائی۔

۳۔ مالی امور جیسے حساس اور اہم ترین کام کی ذمہ داری امیر تنظیم اسلامی فیصل آباد پروفیسر خان محمد صاحب کے سپرد کی گئی' جو وا قعتہ" اس کام کے لئے موزوں ترین شخص تھے۔

۴۔ جلسہ کے اتنے عمدہ انتظامات اور ہماری توقعات سے بڑھ کر کامیابی' جس کی تعریف کیے بغیر امیرِ محترم بھی نہ رہ سکے' اصلاً تو اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی ہے اور چونکہ دنیا کو اسباب کے ساتھ جوڑا گیا ہے' اس لئے اس میں ملک صاحب کے حسنِ انتخاب کو بھی خاصا دخل ہے کہ انہوں نے جلسہ کے انتظامات کا ناظم' ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب کو بنایا۔ ان کے ساتھ نوجوان رفقاء کی ایک خاص Understanding تھی کہ انہوں نے ان کی ہدایات کے مطابق رات دن مسلسل کام کیا' مگر کسی لمحے ان کے چہروں سے تھکاوٹ کے آثار تک ظاہر نہ ہوئے۔ اس سلسلے میں جناب ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب خصوصی مبارکباد کے مستحق ہیں۔

۱۸ ستمبر کو نماز عشاء کے بعد لوگوں نے جوق در جوق جلسہ گاہ کی طرف آنا شروع کیا۔ سٹیج سیکرٹری ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب نے اللہ کا نام لے کر نو بج کر پانچ منٹ پر جلسہ کی کارروائی شروع کی۔ اور تنظیم اسلامی کے عہدیداران میں سے ناظم اعلیٰ پاکستان ڈاکٹر عبدالخالق صاحب' مرکزی ناظم بیت المال رحمت اللہ بٹر صاحب' ناظم پنجاب عبدالرزاق صاحب' میزبان نائب ناظم برائے غربی پنجاب ملک احسان الٰہی صاحب' نائب ناظم برائے جنوبی پنجاب محمد اشرف وصی صاحب' اور امیر تنظیم اسلامی فیصل آباد پروفیسر خان محمد صاحب کو سٹیج پر تشریف لانے کی دعوت دی۔ قاری شاہد صاحب کی تلاوت قرآن حکیم سے جلسہ کی باقاعدہ کارروائی کا آغاز ہوا۔ تلاوت کے بعد مرکزی ناظم بیت المال و تربیت جناب رحمت اللہ بٹر صاحب کو دعوت خطاب

دی گئی۔ موصوف نے اپنے مخصوص انداز میں انسان کی انفرادی خلافت کے موضوع پر خطاب فرمایا اور یہ واضح فرمایا کہ ہر انسان اللہ کی خلافت کے منصب پر فائز ہے اور اسے یہ ذمہ داری نبھا کر اللہ کے حضور اس امانت کا حساب پیش کرنا ہے۔

بٹر صاحب کے خطاب کے بعد سٹیج سیکرٹری ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب نے امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے آج کے خطاب کے موضوع کی اہمیت کی طرف حاضرین کی توجہ مبذول کرواتے ہوئے زور دیا کہ اب محترم ڈاکٹر صاحب عمر اور مصروفیات کی بنا پر ہر ماہ فیصل آباد تشریف نہیں لاتے۔ اس بار آپ کی فیصل آباد تشریف آوری دس ماہ کے بعد ہوئی ہے' لہٰذا ہمیں ان کی باتیں توجہ اور انہماک سے سننی چاہئیں۔ ساتھ ہی انہوں نے محترم ڈاکٹر صاحب سے بھی گزارش کی کہ وہ وقت کی کوئی پابندی نہ سمجھیں اور ہمیں تفصیل سے بتائیں کہ نظامِ خلافت کے معنی کیا ہیں' اس کا قیام کیوں ضروری ہے اور یہ کام کیونکر کیا جا سکتا ہے؟؟

امیر محترم نے پورے دو گھنٹے تک دھوبی گھاٹ کی تاریخی جلسہ گاہ میں پورے صبر کے ساتھ بیٹھ کر پورا خطاب سننے والے دو ہزار حاضرین سے خطاب کیا۔ آپ نے موجودہ عالمی حالات کے تناظر میں نظامِ خلافت کے خدوخال پر روشنی ڈالی اور اس کے تقاضے بیان کئے۔ ایک اندازے کے مطابق لگ بھگ پانچ ہزار افراد نے' غالباً دھماکہ سے ڈرتے ہوئے' سڑک پر کھڑے ہو کر خطاب کی سماعت کی۔ اس کے بعد اہم اعلانات کئے گئے اور دعا پر یہ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

۱۸ ستمبر کی صبح سے انجمن خدام القرآن و تنظیم اسلامی فیصل آباد کے دفتر واقع صادق مارکیٹ ریلوے روڈ میں دو روزہ علاقائی اجتماع برائے حلقہ غربی پنجاب کا آغاز ہوا۔ اس اجتماع میں صبح ساڑھے آٹھ بجے امیرِ تنظیم جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے ساتھ سوال و جواب کی ایک نشست کا اہتمام کیا گیا تھا' جس میں تقریباً ساٹھ ستر رفقاء و احباب نے شرکت کی۔ یہ محفل تقریباً دو گھنٹے تک جاری رہی۔ اس نشست کے اختتام پر احباب میں سے تین اشخاص نے امیرِ محترم کے ہاتھ پر بیعت کی اور تنظیم کے باقاعدہ رفیق بن گئے۔

۰۰-۱۱ بجے حلقہ غربی پنجاب کی ذیلی تنظیموں اور اسروں کے امراء و نقباء نے اپنی اپنی رپورٹ پیش کی' جن میں فیصل آباد سے محترم پروفیسر خان محمد صاحب، سرگودھا سے جناب غلام اصغر صدیقی صاحب' سانگلہ ہل سے عقیل احمد صاحب' باگے والا سے ظہیر احمد صاحب' ۸ چک سے امتیاز احمد واہلہ صاحب اور جھنگ روڈ سے حسین رضا صاحب نے رپورٹیں پیش کیں۔

اس کے بعد امیرِ محترم کا رفقاء سے خطاب تھا جو تقریباً ۴۵ منٹ جاری رہا۔ بعدہٗ ظہر کی

نماز، کھانے اور آرام کا وقفہ تھا۔ بعد نماز عصر ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب نے سورۃ النور کے آخری رکوع کا درس دیا اور رفقاء پر نظم کی اہمیت کو واضح کیا۔ بعد مغرب ناظمِ پنجاب جناب عبدالرزاق صاحب نے نظام العمل کے کچھ حصے کا مطالعہ کروایا۔

۱۷ ستمبر کو نماز فجر کے بعد ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب نے سورۃ المائدہ کی چند آیات کا درس دیا اور ان کے حوالے سے رفقاء کی توجہ تعلق مع اللہ اور باہمی تعلقات کی طرف مبذول کرائی۔ ناشتے اور تیاری کے وقفہ کے بعد نظام العمل کے مطالعے کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس کے بعد امیرِ محترم کی جلسۂ عام والی تقریر جو اکثر رفقاء جلسہ کے دوران مختلف ذمہ داریوں کی وجہ سے نہ سن پائے تھے، دوبارہ سنی گئی اور پھر اس کی تفہیم کے لئے بھرپور مذاکرہ کا اہتمام کیا گیا۔ رفقاء نے پہلے امیر محترم کی رائے کو بیان کیا، پھر اگر کوئی اختلاف یا استفسار تھا تو وہ ناظمِ پنجاب کے سامنے رکھا اور موصوف نے مقدور بھر تشفی کا اہتمام فرمایا۔ یہ سلسلہ ظہر تک اور پھر بعد ظہر بھی جاری رہا۔ آخر میں تنظیمی امور پر گفتگو ہوئی اور محترم عبدالرزاق صاحب نے مختلف معاملات میں مناسب رہنمائی فرمائی۔ قبل نماز عصر حلقہ کا یہ علاقائی اجتماع اللہ کے فضل و کرم سے اختتام کو پہنچا۔

(مرتب : محمد شفاء اللہ خان)

بقیہ : اسلامی فلاحی ریاست کا تصوّر

۱۲۔ طاسین، مولانا محمد — مروجہ نظام زمینداری اور اسلام

۱۳۔ فارق، ڈاکٹر خورشید احمد — حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سرکاری خطوط

۱۴۔ کد یخلی، عبدالجید — د اسلام اقتصادی نظام (پشتو)

۱۵۔ گورایہ، ڈاکٹر محمد یوسف — Judicial system under Umar the great. (رسالہ اسلامک کلچر اپریل ۱۹۸۴ء)

۱۶۔ میاں، مولانا سید محمد — دورِ حاضر کے سیاسی و اقتصادی مسائل اور اسلامی تعلیمات و اشارات

۱۷۔ میاں، مولانا سید محمد — عہدِ زریں اور مثالی حکومتیں

۱۸۔ نعمانی، شبلی — سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۹۔ نعمانی، شبلی — الفاروق

☆☆☆

ماہ ستمبر کے دوران

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب کی دعوتی و تنظیمی سرگرمیاں

صوبہ پنجاب کے چاروں حلقوں اور لاہور کی دونوں تنظیموں میں ماہ ستمبر ۱۹۹۱ء کے دوران ہونے والے دعوتی سرگرمیوں کا اجمالی جائزہ پیشِ خدمت ہے۔

حلقہ شمالی پنجاب

حلقہ شمالی پنجاب میں جناب شمس الحق صاحب نائب ناظم حلقہ نے الحمد للہ باقاعدہ طور پر مجوزہ وقت لگانا شروع کر دیا ہے، جس کے نتیجے میں حلقے میں، خصوصاً راولپنڈی/ اسلام آباد میں، کچھ حرکت پیدا ہوئی ہے۔ چنانچہ ماہ ستمبر میں:۔

☆ ___ ۱۲ ۔ ۱۳ ستمبر کو راولپنڈی کے علاقہ سیٹلائٹ ٹاؤن میں دو روزہ دعوتی و تربیتی اجتماع ہوا، جس میں ۹ رفقاء نے شرکت کی۔ کارنر میٹنگ میں ۲۰ احباب شریک ہوئے۔

☆ ___ ۲۰ ۔ ۲۱ ستمبر کو چکوال میں دو روزہ دعوتی و تربیتی اجتماع منعقد ہوا، جس میں ۱۵ رفقاء ہمہ وقتی شریک ہوئے۔ ساٹھ کے قریب احباب نے شرکت کی۔ دو افراد نے تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔

☆ ___ ۲۶ تا ۲۸ ستمبر کو اسلام آباد میں تبلیغی اجتماع کے موقع پر ایک سہ روزہ دعوتی و تربیتی اجتماع بھی منعقد کیا گیا، جس میں ۱۳ رفقاء شریک ہوئے۔ اس کے ساتھ ہی سٹال بھی لگایا گیا، جہاں تین ہزار سے زیادہ کی کتب فروخت ہوئیں۔

☆ ___ معمول کے مطابق تربیتی و دعوتی اجتماعات ہوئے، جن میں کارنر میٹنگ بھی ہوئیں اور عمومی رابطہ اور لٹریچر کے ذریعے دعوت بھی پہنچائی گئی۔

☆ ___ ۲۶ ۔ ۲۷ ستمبر کو گجرات کی تنظیم کے تحت دو روزہ دعوتی و تربیتی اجتماع نواحی قصبے ٹانڈہ میں ہوا۔

☆ ___ گجرات کے امیر جناب رفیق راشدی صاحب کی اپنی اور انکی بیٹی کی شدید علالت کے باعث کوئی قابلِ ذکر کام نہیں ہو سکا۔ اجتماعات میں حاضری بھی معمول سے کم رہی۔

☆ ___ راولپنڈی / اسلام آباد میں اسرہ I — 10 کے رفیق جناب جاوید رفیق صاحب نے

سنیلائٹ ٹاؤن کی مسجد میں ہفتہ وار درسِ قرآن کا آغاز کیا ہے، جبکہ پہلی مرتبہ دو جامع مساجد میں جناب شمس الحق صاحب اور جاوید رفیق صاحب نے خطبۂ جمعہ کے فرائض ادا کئے۔

☆ ــــ مبتدی تربیت گاہ میں اس ماہ اس حلقہ سے تین رفقاء شریک ہوئے۔

☆ ــــ میثاق، اور ،ندا، کی کھپت میں کسی قدر اضافے کا رجحان محسوس کیا گیا۔

☆ ــــ آزاد کشمیر میں اسرہ جاتلاں میں، جس کے نقیب سیّد محمد آزاد صاحب ہیں، ہفتہ وار اجتماعات باقاعدگی سے ہو رہے ہیں اور حلقہ سے ان کا رابطہ قائم ہے۔ اسرہ مظفر آباد سے تاحال کوئی رپورٹ موصول نہیں ہوئی۔ رنگلا میں بھی پانچ رفیق ہیں جو پانچوں مبتدی ہیں۔ تاج افسر مبتدی تربیت گاہ میں شرکت کر چکے ہیں ان کے ملتزم ہونے پر وہاں اسرہ بنا دیا جائے گا۔ ان کا ہفتہ وار اجتماع باقاعدگی سے ہوتا ہے۔

حلقہ شرقی پنجاب

حلقہ شرقی پنجاب الحمد للہ اس ماہ کے دوران خاصا متحرک رہا ہے۔ معمول کے دروسِ قرآن کے علاوہ جو جناب اشرف صاحب، میجر لالی صاحب اور مرزا ندیم بیگ صاحب سیالکوٹ، ڈسکہ اور گوجرانوالہ میں دے رہے ہیں، متعدد کارنر میٹنگ بھی ہوئیں۔

☆ رابطۂ عوام مہم:

۲۱ تا ۲۸ ستمبر خصوصی رابطۂ عوام مہم چلائی گئی، جس کے تحت وسیع علاقے میں تنظیم اسلامی اور تحریکِ خلافت کا تعارف کروایا گیا۔

حلقے کی جانب سے ایک گاڑی مع ڈرائیور مہیا کی گئی تھی، جس پر دائیں بائیں اور آگے بینرز لگا کر تنظیم کے مستقل تعارف کا اہتمام کیا گیا تھا۔ گاڑی پر دو لاؤڈ اسپیکر بھی لگائے گئے تھے۔

اس رابطۂ عوام مہم کا پروگرام پہلے سے طے کر لیا گیا تھا۔

مرزا ندیم بیگ صاحب اس مہم کے ناظم تھے جو ہمہ وقت اس میں شریک رہے، جبکہ اشرف صاحب دو دن کے لئے ہمہ وقت اور دیگر ایام میں جزوقتی شریک ہوتے رہے۔ اس مہم کے لئے گوجرانوالہ، سیالکوٹ، پسرور، وزیر آباد اور سمبڑیال جیسے شہروں اور قصبات کے علاوہ بڑی تعداد میں دیہات کا انتخاب بھی کیا گیا تھا۔

○ آٹھ روزہ رابطۂ عوام مہم کے دوران دو دن سیالکوٹ اور اس کے گرد و نواح، دو دن گوجرانوالہ اور آس پاس کے دیہات، ایک دن وزیر آباد، اور دو دن ڈسکہ، مندرانوالا اور سمبڑیال وغیرہ میں صَرف ہوئے۔

○ اس مہم کے دوران ایک سو سے زیادہ مقامات پر خطابات ہوئے اور بیس ہزار سے زائد مختلف دعوتی پمفلٹ تقسیم کئے گئے۔ اس طرح اس مہم میں کم و بیش ایک لاکھ افراد تک تنظیم کی دعوت پہنچائی گئی۔

○ سیالکوٹ میں ایک کارنر میٹنگ کے تمام انتظامات انجمن سپاہِ صحابہؓ کے کارکنوں نے کئے۔ ایک اور کارنر میٹنگ بریلوی مسلک کے افراد کے تعاون سے منعقد ہوئی، جس میں تقریر کے دوران انہوں نے نعرے بھی لگائے۔

○ اس پروگرام میں رفقاء نے جان، مال اور اوقات سے بھرپور تعاون کیا اور بعض لاتعلق ساتھی بھی متحرک ہوئے۔

☆ ـــــ تنظیم اسلامی فیروز والہ میں معمول کے مطابق دعوتی و تنظیمی اجتماعات منعقد ہو رہے ہیں۔

☆ ـــــ لاہور سے ایک دو روزہ جماعت ۱۹ ۔ ۲۰ ستمبر کو شیخوپورہ گئی۔ مقامی ساتھیوں عارف تبسم اور ان کے بھانجے سہیل نے بھرپور تعاون کیا۔ معمول کے دعوتی و تربیتی پروگرام ہوئے۔ ایک مسجد میں خطابِ جمعہ کے فرائض جناب فتح محمد قریشی صاحب نے ادا کئے۔ کارنر میٹنگ اور عمومی رابطے کے پروگرام بھی ہوئے۔ اس پروگرام میں لاہور سے ۱۹ رفقاء شریک ہوئے۔

☆ ـــــ لاہور سے دوسری جماعت ۲۶ ۔ ۲۷ ستمبر کو ڈسکہ گئی، جس میں ۱۳ رفقاء شریک ہوئے۔ اس جماعت میں ناظمِ اعلیٰ تنظیم اسلامی پاکستان ڈاکٹر عبدالخالق صاحب بھی شریک تھے۔ یہ جماعت ایسے وقت ڈسکہ پہنچی جبکہ وہاں رابطۂ عوام مہم جاری تھی چنانچہ اس جماعت کے رفقاء نے بھی اس مہم میں شامل ہو کر عوامی رابطے کے پروگرام کئے۔ معمول کے تربیتی پروگرام نہیں ہو سکے، ڈسکہ میں کارنر میٹنگ سے جناب ناظمِ اعلیٰ نے خطاب فرمایا۔

حلقہ غربی پنجاب

حلقہ غربی پنجاب میں ہفتہ وار دعوتی و تنظیمی اجتماعات معمول کے مطابق منعقد ہو رہے ہیں۔

☆ ـــــ علاقائی اجتماع اور خلافت کانفرنس:۔

☆ ـــــ ماہ ستمبر میں حلقہ غربی پنجاب میں سہ روزہ علاقائی اجتماع ۱۰ تا ۱۳ منعقد ہوا، جس کے دوران "خلافت کانفرنس" کے عنوان سے فیصل آباد میں دھوبی گھاٹ کے مقام پر ایک بڑا جلسہ بھی کیا گیا، جس کے انتظامات مقامی رفقاء نے بڑی خوش اسلوبی سے کئے تھے۔ جناب احسان الٰہی ملک

صاحب (نائب ناظم برائے حلقہ غربی پنجاب) نے ڈیوٹیاں بڑے سلیقے سے رفقاء میں تقسیم کر دی تھیں۔ ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب کو ناظمِ جلسہ بنایا گیا تھا۔ تمام رفقاء نے اپنی اپنی ذمہ داریوں کو قابل رشک حد تک حسن و خوبی سے ادا کیا۔ چالیس کے قریب بڑے سائز کے بینرز شہر کے مختلف نمایاں مقامات پر بڑے سلیقے سے لگائے گئے تھے۔ بیس ہزار ہینڈ بلز اخبارات کے ذریعے لوگوں کے گھروں میں پہنچائے گئے، جبکہ آٹھ ہزار ہینڈ بلز مختلف علاقوں اور مساجد میں تقسیم کئے گئے۔ ساڑھے تین ہزار پوسٹرز دو اقساط میں لگائے گئے۔ لاؤڈ اسپیکروں پر اعلان کے لئے دو رکشے مسلسل دو روز تک شہر میں گشت کرتے رہے۔ جناب نائب ناظم صاحب اپنے بعض ساتھیوں کے ہمراہ ذاتی رابطے کے لئے فیصل آباد کے نواحی علاقوں کھڑڑیانوالہ، جڑانوالہ، مانانوالہ، باگیوال اور سانگلا ہل بھی گئے اور وہاں کے ساتھیوں کو جلسے میں آنے کی دعوت دی، جس کے نتیجے میں عثمان کوٹ جھنگ روڈ سے ایک ایک بس۔ اور باگیوال، سانگلا ہل اور سرگودھا سے ایک ایک ویگن بھر کر احباب جلسے میں شریک ہوئے۔

جلسے کے انتظامات الحمد للہ ہر لحاظ سے اطمینان بخش تھے۔ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب نے ادا کئے۔ ابتدا میں چوہدری رحمت اللہ بٹر صاحب نے مختصر خطاب کیا اور اس کے بعد امیرِ محترم نے "پاکستان میں نظامِ خلافت" کے موضوع پر دو گھنٹے طویل خطاب فرمایا اور اس موضوع کے مختلف گوشوں کی وضاحت فرمائی۔ امیرِ محترم نے تحریکِ قیامِ خلافت کے دس نکاتی منشور کی بھی وضاحت فرمائی۔ محتاط اندازے کے مطابق ڈھائی ہزار کے قریب افراد نے پورے سکون کے ساتھ امیر محترم کی تقریر کو انتہائی دلچسپی سے سنا۔ عام خیال یہ ظاہر کیا جا رہا تھا کہ اگر چند روز قبل لاہور کے چوبرجی پارک میں منعقدہ انجمن سپاہِ صحابہؓ کے جلسۂ عام میں بم دھماکہ نہ ہوا ہوتا جس میں تین آدمی ہلاک ہو گئے تھے تو جلسے میں حاضری خاصی زیادہ ہوتی۔ یہی وجہ تھی کہ ہمیں سیکورٹی کے خصوصی انتظامات کرنے پڑے ___ لاہور سے بھی مجموعی طور پر تین بسوں اور دیگر گاڑیوں میں دو سو کے قریب رفقاء و احباب نے شرکت کی۔ الحمد للہ یہ جلسہ ہر لحاظ سے کامیاب جلسہ تھا۔ امیرِ محترم بھی اس کے جملہ انتظامات اور حاضری سے مطمئن تھے۔ البتہ پریس میں جلسہ کی بالکل پذیرائی نہیں ہو سکی، جس میں ہماری اپنی کوتاہی کو بھی دخل تھا۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ جلسہ میں ہونے والی تقریر کا خلاصہ تیار کر کے پہلے ہی اخبارات کے دفاتر کو بھجوا دیا جاتا۔

۱۱۔ ستمبر کو اس جلسے کے حوالے سے دفتر تنظیم اسلامی فیصل آباد میں سوال و جواب کی ایک نشست ہوئی، جس میں رفقاء کے علاوہ بیس بائیس احباب بھی شریک ہوئے اور مفصل سوال و جواب

ہوئے۔ نشست کے اختتام پر تین احباب نے تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔ اس کے علاوہ مزید تربیتی پروگرام ہوئے جس میں ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب نے منتخب نصاب نمبر ۲ کے دو مقامات کے درس دیئے۔ راقم نے نظام العمل کی مختلف دفعات کا مطالعہ کروایا۔

علاقائی دعوتی و تربیتی اجتماع میں حلقے سے ۲۳ رفقاء ہمہ وقت شریک ہوئے۔ فیصل آباد کے ساتھی جو امیر محترم کی تقریر کے دوران مختلف ذمہ داریاں ادا کر رہے تھے انہیں ویڈیو کے ذریعے تقریر کے اہم حصے دوبارہ دکھائے گئے علاوہ ازیں تحریکِ خلافت کے منشور کے نکات پر مفصل مذاکرہ اور تبادلہ خیال بھی ہوا۔

☆ ـــ سرگودھا میں قائم اسرہ کو تین اسروں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ اور غلام اصغر صدیقی صاحب کو نقیبِ اعلیٰ مقرر کیا گیا ہے۔

☆ ـــ فیصل آباد میں ۲۹ ر ستمبر کو خواتین کا ایک اجتماع جناب احسان الٰہی ملک صاحب کے مکان پر ہوا۔ ہمارے ایک رفیق کی بھابھی نے درس قرآن دیا۔ ۵۰ کے قریب خواتین نے شرکت کی۔

حلقہ جنوبی پنجاب

☆ ـــ برادرم اشرف وصی صاحب نائب ناظمِ حلقہ جنوبی پنجاب خطوط اور ذاتی رابطے کے ذریعے رفقاء کو متحرک کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، لیکن تا حال اس میں خاطر خواہ کامیابی نہیں ہو پا رہی۔ اکتوبر کے تیسرے عشرے میں ملتان میں علاقائی اجتماع اور جلسۂ عام منعقد ہو رہا ہے، جس سے قبل رابطۂ عوام مہم کے ذریعے وسیع پیمانے پر تنظیم اور تحریکِ خلافت کا تعارف کروانے کا پروگرام بنایا گیا ہے۔ توقع ہے کہ اس جلسے کے نتیجے میں رفقاء میں بھی حرکت پیدا ہوگی اور کچھ نئے ساتھی بھی میسر آئیں گے۔

☆ ـــ تنظیم اسلامی ملتان، اسرہ وہاڑی، بورے والا، شجاع آباد اور صادق آباد میں معمول کے اجتماعات منعقد ہو رہے ہیں۔

ملتان اور وہاڑی میں دو روزہ دعوتی و تربیتی اجتماعات بھی ہو رہے ہیں۔ ملتان میں امیرِ تنظیم جناب ڈاکٹر طاہر خاکوانی صاحب دو مقامات پر منتخب نصاب کا ہفتہ وار درس دے رہے ہیں۔

☆ ـــ جناب اشرف وصی صاحب نے ماہِ رواں میں بورے والا، وہاڑی اور بہاولنگر کا دورہ کیا اور متعدد رفقاء سے ملاقاتیں کیں۔ اور ۲۶، ۲۷ ستمبر کو میاں چنوں اور ملتان کا دورہ کیا۔

☆ ـــ ملتان میں جلسہ عام کے لئے جگہ کے انتخاب اور دیگر متعلقہ امور پر مشورہ کے لئے راقم ۲۸

ستمبر کو ملتان گیا۔ مقامی رفقاء کے ساتھ جلسہ کے لئے مختلف مقامات کا جائزہ لیا۔ اور دیگر متعلقہ امور پر مفصل مشورہ ہوا۔ اس موقع پر جناب اشرف وصی صاحب بھی ملتان میں موجود تھے۔

تنظیم اسلامی لاہور شہر

☆ ـــ تنظیم لاہور شہر کے پانچوں زونز (Zones) میں ہفتہ وار اور ماہانہ دعوتی و تنظیمی اجتماعات نظام العمل کے مطابق منعقد ہو رہے ہیں۔ تاہم رفقاء و احباب کی حاضری میں کوئی نمایاں پیش رفت نہیں ہو سکی۔

☆ ـــ اجتماعات میں حاضری کو بہتر بنانے کے سلسلے میں مقامی امیر اور ناظم نے ہر زون کے نقباء اور نقیبِ اعلیٰ سے ایک ماہانہ اجتماعی ملاقات کا پروگرام بنایا ہے، جس پر اس ماہ کے دوران جزوی طور پر عملدر آمد ہوا۔

☆ ـــ دعوتی سرگرمیوں کے ضمن میں کچھ زونز میں ماہانہ کارنر میٹنگ کرنے کا پروگرام بنایا گیا، جس پر ماہ ستمبر میں جزوی طور پر عملدر آمد ہوا۔

☆ ـــ ۱۰ ستمبر کو فیصل آباد کے جلسے میں لاہور (شہر اور شرقی) سے قریباً ۱۵۰ رفقاء شریک ہوئے۔

☆ ـــ اجتماعی پروگراموں کے علاوہ بعض ساتھی انفرادی طور پر ذاتی رابطے کی باقاعدہ کوشش کرتے ہیں۔

☆ ـــ ماہ ستمبر میں ۱۵ رفقاء دو روزہ پروگراموں میں شریک ہوئے۔

☆ ـــ ۱۳ر اکتوبر کو موچی دروازہ میں ہونے والے جلسہ عام کے لئے تنظیم کے ذمہ دار حضرات نے تیاریاں شروع کر دی ہیں۔

تنظیم اسلامی لاہور شرقی

☆ ـــ تنظیم لاہور شرقی کے امیر میاں محمد نعیم صاحب اور ناظم میاں اعجاز صاحب نے اپنی ذاتی وجوہات کے باعث تنظیم کی ان ذمہ داریوں سے فارغ ہونے کی درخواست دی تھی، جسے امیرِ محترم نے قبول فرمالیا تھا۔ امیر محترم نے مذکورہ تنظیم کا چارج راقم کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ نئے امیر کی نامزدگی کے لئے انہیں مشورہ دیا جائے۔ چنانچہ راقم نے شرقی تنظیم کے تمام رفقاء کا

باقی صفحہ ۶۵ پر

بلا تبصرہ

شریعت بل اور جماعتِ اسلامی کا حالیہ کردار

سابق امیر جماعت میاں طفیل محمدؒ کی نگاہ میں

سیاست میں دوستی یا دشمنی مستقل نہیں ہوتی، شملہ جانے کیلئے میں نے خود بھٹو کو رخصت کیا

شریعت بل کی منظوری وہ جرم ہے جو رنجیت سنگھ نے بھی نہیں کیا ○ میاں طفیل

حیران ہوں کہ بل منظور کرنیوالوں پر اللہ کا عذاب کیوں نازل نہ ہوا

جماعت اسلامی اور دوسرے مذہبی رہنماؤں نے طے کیا کہ وہ شریعت بل منظور نہیں کریں گے لیکن اسلام آباد جا کر سب مان گئے

85ء کی ترامیم کے بعد آئین مکمل طور پر اسلامی تھا اس کی بنیاد پر خلافت راشدہ کا نظام قائم ہو سکتا تھا

لاہور (سپیل وزائچ/ پولیٹیکل سیل) سابق امیر جماعت اسلامی میاں طفیل محمد نے کہا ہے کہ شریعت بل کی منظوری وہ جرم ہے جو رنجیت سنگھ نے بھی نہیں کیا تھا انگریز تو در کنار ہندوؤں کو بھی آج تک مسلمانوں کے ساتھ اس طرح کا مذاق کرنے کی ہمت نہیں ہوئی انہوں نے کہا کہ میں حیران ہوں کہ اس جرم میں ایوان صدر، پارلیمنٹ ہاؤس اور وزیر اعظم ہاؤس غرق کیوں نہیں ہو گئے ان پر اللہ کا عذاب کیوں نازل نہیں ہوا اور اس جرم میں ہمارے لوگ بھی شامل ہیں انہوں نے کہا کہ جماعت اسلامی اور دوسرے مذہبی رہنماؤں نے منصورہ میں طے کیا کہ وہ شریعت بل کو منظور نہیں کریں گے لیکن اسلام آباد جا کر سب کچھ مان گئے میاں طفیل محمد نے کہا کہ میں مذہبی پیشواؤں، امیروں اور مولویوں سے سوال کرتا ہوں کہ وہ اس شریعت

بل کی منظوری کے بعد خدا کو کیا منہ دکھائیں گے انہوں نے شریعت بل کے خطرناک مضمرات سے آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ 1973ء کے آئین میں 1985ء کی ترامیم کے بعد یہ آئین مکمل طور پر اسلامی تھا اور کوئی بھی دیانتدار اس کی بنیاد پر خلافت راشدہ کا نظام نافذ کر سکتا تھا لیکن شریعت بل کے ذریعے ملک کو شریعت سے آزاد کر دیا گیا ہے اور حد تو یہ ہے کہ بھارت جہاں ہندوؤں کی حکومت ہے وہاں مسلمانوں کا اسلامی پرسنل لاء ہے لیکن پاکستان میں اس کی اجازت نہیں ہے میاں طفیل محمد نے کہا کہ میں بلا جھجک یہ بات کہتا ہوں کہ میاں نواز شریف نے شریعت بل کے نام پر فراڈ کیا ہے اور میرے نزدیک یہ ناقابل معافی جرم ہے یہ خدا اور رسول سے مذاق ہے اور اس جرم میں اتحاد میں شامل دوسری جماعتیں بھی شریک ہیں۔

موجودہ سیاسی حالات میں پیپلز پارٹی اور جماعت اسلامی میں ممکنہ تعاون پر سوال کے بارے میں انہوں نے کہا کہ سیاست میں دوستی یا دشمنی مستقل نہیں ہوتی۔ انہوں نے کہا کہ ذوالفقار علی بھٹو نے جماعت اسلامی کے ساتھ بہت زیادتیاں کیں لیکن آخری وقت میں بھی مولانا مودودی نے اپنا دروازہ ان کے لئے کھلا رکھا اور جب وہ ان کے پاس آئے تو انہیں سینے سے لگایا اور ٹھیک مشورے دیئے اسی طرح شملہ معاہدہ کے موقع پر میں نے خود بھٹو کو ایئرپورٹ پر رخصت کیا انہوں نے کہا کہ ملک کے بدلتے ہوئے سیاسی حالات کے مطابق اور ضرورت کے تحت مصالحت ہو سکتی ہے تعاون ہو سکتا ہے ہم نے تو ایک وقت میں کمیونسٹوں سے بھی اتحاد کیا تھا۔ وفاقی کابینہ میں حالیہ توسیع پر تبصرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ملک کی مالی حالت اس بات کی اجازت نہیں دیتی آدھی سے زیادہ پارلیمنٹ کو وزیر بنا لیا گیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وزیر اعظم میں ہمت نہیں ہے اور اسے کرنا چاہئے تھا کہ میں تو 20 افراد سے ہی کام چلاؤں گا خواہ لوگ نہ مانتے تو مستعفی ہو جائے۔ انہوں نے کہا کہ بارکردار لیڈر تو تقریباً تقریباً ختم ہو چکے ہیں اب جو لیڈر آپ کے سامنے ہیں ضلعوں کو سنبھالنے کی صلاحیت نہیں رکھتے اور جعلی لیڈر بنے ہوئے ہیں کوئی بھارت اور کوئی امریکہ کے بل پر کود رہے ہیں نیو ورلڈ آرڈر کے بارے میں سوال پر انہوں نے کہا کہ امریکہ کا حشر بھی برا ہو گا اب بھی امریکہ کا حال سدوم سے مختلف نہیں شکاگو اور نیویارک حیدر آباد اور کراچی بنے ہوئے ہیں امریکہ اور انگلینڈ کی اخلاقی حالت تباہ کن حد تک پہنچ گئی ہے انہوں نے کہا کہ امریکہ تو اس لئے دندنا رہا ہے کہ اس کا سابقہ عربوں سے پڑا ہے جنہیں دولت نے کینسر کا مریض بنا دیا ہے انہوں نے کہا کہ شاہ فہد خادم الحرمین اگر امریکہ کے خلاف آواز اٹھائیں تو دنیا بھر کے امیر المومنین بن سکتے ہیں جماعت اسلامی اور مسلم لیگ کے اختلافات پر انہوں نے کہا کہ جماعت اسلامی کا طرز عمل بھی مناسب نہیں دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی، ہم زیادتی کرتے ہیں وہ بھی حد عبور کرتے ہیں۔

'جنگ' ۲۶ ستمبر ۱۹۹۱ء

جماعتِ اسلامی کے پچاسویں یومِ تاسیس کے موقع پر منعقدہ جلسے میں

صدرِ جلسہ میاں طفیل محمد کی تقریر

۲۷ اگست ۹۱ء کے اخبارات کے آئینے میں

روزنامہ نوائے وقت میں شائع شدہ رپورٹنگ کا متعلقہ حصہ

جماعت اسلامی کے سابق امیر میاں طفیل محمد نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اگر قیام پاکستان کے 44 برس بعد بھی ملک میں شریعت نافذ نہیں ہو سکی تو اس کی ذمہ دار عوام ہیں کیونکہ اگر وہ غنڈوں، رشوت خوروں منافقوں کو منتخب کر کے اسمبلیوں میں بھیجیں گے تو پھر ملک میں بدمعاشی رشوت ستانی اور سود خوری ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ حکومت نے جو شریعت بل پارلیمینٹ سے منظور کرایا ہے۔ حقیقت میں وہ ایک سفاکانہ بل ہے اور اس کے پاس کرنے والوں نے اللہ کے قانون کی نفی کی ہے۔ اس بل میں کہا گیا ہے کہ ملک میں شریعت بالاتر قانون ہو گا لیکن یہ قانون نہ کسی سیاسی نظام میں دخل اندازی کرے گا اور نہ کسی معاشی نظام میں، نہ یہ کسی عدالت کے فیصلے کو معطل کرے گا اور نہ ہی یہ پارلیمینٹ کے اختیارات میں دخل دے گا۔ موجودہ شریعت بل تو مسلمانوں کو اتنی شریعت بھی نہیں دے گا جتنی بھارت میں بھارتیہ جنتا پارٹی نے مسلمانوں کو دے رکھی ہے۔ نواز شریف اور اسحاق خان نے تو مسلمانوں کو اتنی شریعت بھی نہیں دی جتنی ہندوؤں، عیسائیوں، قادیانیوں یا پارسیوں کو "پرسنل لاز" کے تحت آزادی حاصل ہے۔

موجودہ حکومت کے پارلیمینٹ میں پیش کردہ شریعت بل پر دستخط کر کے ہمارے ارکان اسمبلی نے مولانا مودودی کی 47 برس کی شریعت کی بالادستی کے لئے جدوجہد پر پانی پھیر دیا ہے۔ شاید ان کی مت ماری گئی تھی۔ انہوں نے کہا کہ جماعت اسلامی کو اس وقت اصلاح کی ضرورت ہے۔

جماعت میں موجود تعلیم یافتہ لوگ، علماء و مشائخ اپنے اپنے فرائض کا احساس کریں اور معاشرے کی اصلاح کر کے عوام میں احساس ذمہ داری ابھاریں اور فرض شناس لوگوں کو آگے آنے کا موقع فراہم کریں اور کسی صورت بھی اصولوں کا سودا نہ کریں۔ یہ پہلا موقع ہے کہ جماعت اسلامی کا کوئی جلسہ ایک گھنٹہ تاخیر سے شروع ہوا ورنہ ماضی میں تو لوگ ہمارے جلسوں سے گھڑیوں کا ٹائم سیٹ کیا کرتے تھے۔

روزنامہ 'پاکستان' میں شائع شدہ خبر کا عکس

سرکاری شریعت بل منظور کرنیوالوں نے اپنے ایمان کی نفی کی ہے' میاں طفیل محمد

بل پر دستخط کرنے والے جماعت اسلامی کے ارکان سے پوچھتا ہوں 'اللہ کے بندو کیا تمہاری مت ماری گئی تھی؟

لاہور (خبر نگار / نمائندہ خصوصی) جماعت اسلامی پاکستان کے سابق امیر میاں طفیل محمد نے کہا ہے کہ موجودہ حکومت کا پاس کردہ شریعت بل ایک سفاکانہ قانون ہے اور اسے پاس کرنے والوں نے اپنے اسلام اور ایمان کی نفی کی ہے۔ اس قانون میں شریعت کو پاکستان کا بالاتر قانون قرار دیا گیا ہے لیکن اس کے ہوتے ہوئے شریعت نہ سیاسی اور معاشی نظام میں مداخلت کر سکتی ہے۔ نہ عدالتوں کے فیصلے اور قانون کو متاثر کر سکتی ہے اور نہ پارلیمینٹ کے اختیارات میں دخل دے سکتی ہے۔ وہ گزشتہ رات باغ بیرون موچی دروازہ میں جماعت اسلامی پنجاب کے زیر اہتمام جماعت اسلامی پاکستان کے 50 ویں یوم تاسیس کے حوالے سے ایک جلسہ عام سے خطاب کر رہے تھے۔ جلسے سے جماعت اسلامی کے نائب امراء سینیٹر پروفیسر خورشید احمد، چوہدری رحمت الٰہی، اور جان محمد عباسی نے بھی خطاب کیا۔ میاں طفیل محمد نے کہا کہ میں نے 23 اگست کو وزیر اعظم کی کچن کیبنٹ کے ایک اہم وزیر سے ایک مجلس میں پوچھا کہ خدا کے ... شریعت کے ساتھ کیا کھلا کھلا ہے۔ خدا اور رسول

کے ساتھ مذاق کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں کیا پتہ ہے ہم شریعت کو کیا سمجھتے ہیں اس پر جماعت اسلامی کے امیر نائب امیر اور ارکان اسمبلی نے دستخط کئے تو ہم نے کہا کہ شریعت بل ٹھیک ہو گا۔

جماعت اسلامی کے ارکان اسمبلی سے پوچھتا ہوں کہ انہوں نے کس طرح دستخط کر دیئے کیا ان کی مت ماری گئی تھی۔ انہوں نے کہا کہ سید مودودی نے 1947ء سے لے کر 1967ء تک شریعت کی بالاتری کے لئے جدوجہد کی ہم نے اس سب پر پانی اور کوئلہ پھیر دیا۔ انہوں نے کہا آج بھی ہندوستان میں جماعت اسلامی غیر مسلموں کا مقابلہ کر رہی ہے۔ غیر مسلم مسلمان ہو رہے ہیں انہوں نے کہا کہ مشرقی پاکستان سیاسی رہنماؤں کے کارناموں کی بدولت بنگلہ دیش بنا لیکن ہمارے 7 ہزار جوانوں نے جو قربانیاں دیں۔ 14 ہزار جیلوں میں گئے۔ جس کی بدولت یہاں جماعت اسلامی تیسری بڑی سیاسی قوت ہے۔

اور یہ 20 سیٹوں کی پاسنگ بھی ہے۔ لیکن پاکستان میں 50 سال کی جدوجہد کے باوجود نواز شریف ... 8 آدمیوں کی زکوٰۃ وصول کی

روزنامہ 'جنگ' میں شائع شدہ خبر کا عکس

شریعت بل کافرانہ ہے، جماعت اسلامی کی مت ماری گئی تھی کہ دستخط کر دیئے

جس شریعت کیلئے مولانا مودودی ساری عمر جدوجہد کرتے رہے جماعت نے اس کی نفی کر دی اور اس پر پانی پھیر دیا

نواز شریف اسلام سے مخلص نہیں وہ ایسا شریعت بل لائے ہیں کہ نہ معاشی نظام میں دخل دیا جاسکتا ہے نہ عدالتی فیصلے کو متاثر کیا جاسکتا ہے

[illegible]

لاہور (رپورٹنگ ٹیم) سابق امیر جماعت اسلامی میاں طفیل محمد نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ موجودہ حکومت کی طرف سے نافذ کردہ شریعت بل کافرانہ قانون ہے اور یہ بل اسلام اور ایمان کی نفی کرتا ہے ارکان اسمبلی نے اس شریعت بل پر دستخط کیوں کئے تھے۔ ان کی مت ماری گئی ہے یا ان کی کوئی اور مجبوری تھی جس شریعت کی بالادستی کے لئے کل موچی دروازہ میں جماعت اسلامی کے پچاسویں یوم تاسیس کے موقع پر اپنی صدارت میں ہونے والے جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ میں جماعت اسلامی سے پوچھتا ہوں کہ ان کے مولانا مودودی نے ساری زندگی کام کیا۔ جماعت اسلامی نے اس کی نفی کر دی ہے اور ان کی امیدوں پر جماعت نے پانی پھیر دیا ہے۔ جماعت اسلامی اپنی اصل رلو سے ہٹ چکی ہے یہ پہلا موقع ہے کہ جماعت کا جلسہ ایک گھنٹہ تاخیر سے شروع ہوا ہے جبکہ مولانا مودودی کے دور میں جماعت اسلامی کے جلسے اس قدر منظم اور بروقت ہوتے تھے کہ لوگ جماعت اسلامی کے جلسے سے اپنی گھڑیوں کا وقت ٹھیک کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت نہ جلاؤ کی ضرورت ہے نہ ہنگاموں اور نعروں کی بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ معاشرے کی اصلاح کی جائے۔ علماء مشائخ اور دوسرے تعلیم یافتہ طبقے کو اپنے فرائض پورے کرنے چاہئیں۔ میں جماعت اسلامی کے لوگوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ بیدار ہوں اور اپنی ذمہ داریوں کو پہچانیں اور طلباء ڈاکٹروں، وکلاء اور اعلیٰ کردار کے نوجوانوں کو تیار کر کے ایک ایسی جماعت تشکیل دیں جو ہسپتالوں، عدالتوں، بار روموں، سیکرٹریٹ اور تھانوں کی بھی اصلاح کریں۔ انہوں نے کہا کہ اگر بدمعاش، سمگلر اور جاگیردار لوگوں کو اسمبلیوں کے لئے منتخب کیا جائے تو سمگلنگ بدمعاشی اور ظلم و ستم کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔ میاں طفیل محمد نے کہا کہ نواز شریف اسلام سے مخلص نہیں ہے۔ وہ ایسا شریعت بل لائے ہیں جس کی رو سے نہ معاشی نظام میں دخل دیا جاسکتا ہے نہ کسی عدالت کے فیصلے کو متاثر کیا جاسکتا ہے۔ پارلیمنٹ اور ارکان اسمبلی اس سے مستثنیٰ ہیں۔ ان پر یہ شریعت لاگو نہیں ہوتی ہمارے ملک کے پرسنل لاء کے تحت یہاں کے ہندوؤں، عیسائیوں، قادیانیوں اور پارسیوں کو مکمل حقوق حاصل ہیں۔ مگر یہاں کے مسلمانوں کو اپنے مذہب کے مطابق شریعت نہیں مل رہی۔

انہوں نے کہا کہ لاہور ہائی کورٹ اور سندھ ہائی کورٹ نے سود کے خلاف فیصلہ دیا ہے مگر موجودہ حکومت جو کہ صحیح معنوں میں شریعت نافذ نہیں کرنا چاہتی اس نے سپریم کورٹ کے ذریعے اس فیصلے کو رکوا دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ 73ء کا آئین مولانا مودودی کی نگرانی میں تیار کیا گیا تھا اس کے تحت 7 سال کے اندر تمام غیر اسلامی قوانین کو بدل کر اسلامی بنایا جاتا تھا۔ ضیاء الحق نے شریعت کورٹ قائم کر دی اسلامی یونیورسٹی قائم کر دی، انتخابات کا نظام رائج کر دیا اسلامی نظریاتی کونسل، اسلامی قوانین تیار کر دیئے مگر وہ شریعت کا قانون نافذ نہ کر سکے۔ انہوں نے کہا کہ جماعت اسلامی بنگلہ دیش کی تیسری بڑی پارلیمانی جماعت ہے اور پارلیمنٹ میں ان کے 20 ارکان اسمبلی ہیں جبکہ یہاں جماعت اسلامی نے نواز شریف سے آٹھ ارکان اسمبلی کی زکواۃ حاصل کی ہے۔

♠♠♠

KT

KHALID TRADERS

IMPORTERS — INDENTORS — STOCKISTS &
SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS,
FROM SUPER — SMALL TO SUPER — LARGE

AUTHORIZED AGENTS
NTN
BEARINGS

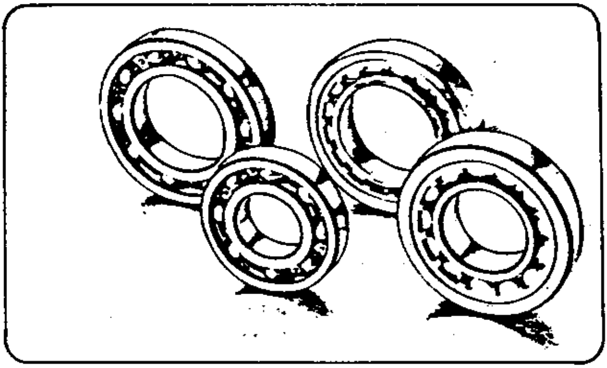

PLEASE CONTACT

TEL : 7732952-7735883-7730593
G.P.O. BOX NO. 1178, OPP KMC WORKSHOP
NISHTER ROAD, KARACHI-74200 (PAKISTAN)
TELEX : 24824 TARIQ PK CABLE : DIMAND BALL FAX : 7734776

FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : Sind Bearing Agency 84 A-65,
Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400 (Pakistan)
Tel : 7723358-7721172

LAHORE : (Opening Shortly) — Amin Arcade 42,
Brandreth Road, Lahore-54000
Ph : 54169

GUJRANWALA : — 1-Haider Shopping Centre, Circular Road,
Gujranwala Tel : 41790-210607

WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING

ہم مغرب سے مقابلہ کرتے ہیں

....اور اُن ہی کی سرزمین پر!

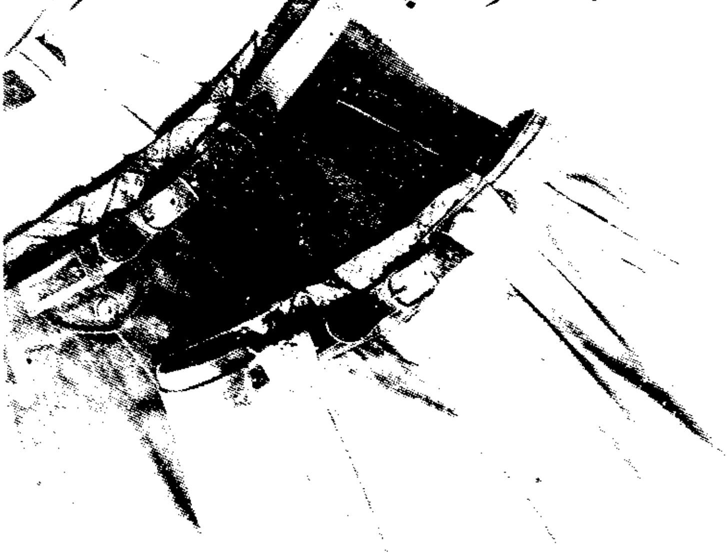

ہم اپنے گارمنٹس، بیڈلنن اور ٹیکسٹائل کی دیگر مصنوعات مغربی ممالک، اسکینڈی نیوین ممالک، شمالی امریکہ، روس اور مشرقِ وسطیٰ کے ملکوں کو برآمد کرتے ہیں اور ہماری برآمدات میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ لیکن بیرونی منڈیوں میں اپنی ساکھ برقرار رکھنے کے لئے ہمیں انتھک محنت کرکے اپنی فنی مہارت اور معلومات میں مستقل اضافہ کرتے رہنا پڑتا ہے۔ ایسی محنت جو ہمیں تھک کر دم نہیں لینے دیتی ایسی محنت جو ہماری کارکردگی کے معیار کو اور بلند کرتی ہے، ایسی محنت جو کوالٹی، ڈیزائن اور پابندیٔ وقت کے سلسلے میں کرم فرماؤں کے مطالبات اطمینان بخش طریقے پر پورا کرنے کا ہمیں اہل بناتی ہے۔

جہاں شرط مہارت
وہاں جیت ہماری

Jawad

Made in Pakistan
Registered Trade Mark

معیاری گارمنٹس تیار کرنے اور برآمد کرنے والے

ایسوسی ایٹڈ انڈسٹریز (گارمنٹس) پاکستان (پرائیویٹ) لمیٹڈ

IV/C/3-A ناظم آباد کراچی - 18 - پاکستان - فون 610220-616018-628209

کیبل "JAWADSONS" ٹیلیکس 24555 JAWAD PK فیکس (92-21) 610522

MONTHLY
Meesaq
36-K, Model Town, Lahore - Pakistan.

Regd No. L 7360
VOL. 40 No.10
OCT 1991

انسٹنٹ
جوھر جوشاندہ

فلو، نزلہ، زکام اور گلے کی سوزش کے لیے مفید

صدیوں سے آزمودہ **جوشاندہ** اب فوری حل ہونے والے
انسٹنٹ **جوھر جوشاندہ** کی شکل میں۔
خاندان کے ہر فرد کے لیے مفید **جوھر جوشاندہ** فلو، نزلہ،
زکام کی علامات میں آرام پہنچاتا ہے۔
موسمی اثرات سے محفوظ رہنے کے لیے **جوھر جوشاندہ**
احتیاطی تدبیر کے طور پر استعمال کریں۔
ترکیب استعمال: ایک کپ گرم پانی یا چائے میں ایک پیکٹ
جوھر جوشاندہ ملائیں اور جوشاندہ تیار
دن میں دو یا تین پیکٹ **جوھر جوشاندہ** استعمال کریں۔

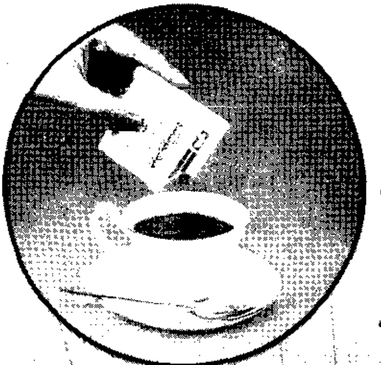

تحقیق کی روایت
معیار کی ضمانت